345

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 3۔اکتوبر 2006

1۔ تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

2۔ سوالات (محکمہ صحت)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

حصہ اول

مسودہ قانون

(جو پیش کیا جا چکا ہے)

مسودہ قانون (ترمیم) بارانی زرعی یونیورسٹی راولپنڈی مصدرہ 2004

حصہ دوم

مسودات قانون

(جو پیش کئے جائیں گے)

i۔ مسودہ قانون (ترمیم) پنجاب یونیورسٹی مصدرہ 2006

ii۔ مسودہ قانون (ترمیم) بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی مصدرہ 2006

346

حصہ سوئم

قراردادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

(مورخہ 28۔جون 2006 کے ایجنڈے سے زیر التواء رکھی گئی قراردادیں)

(مورخہ 4۔جولائی 2006 کے ایجنڈے سے زیر التواء رکھی گئی قرارداد)

موجودہ قراردادیں

حصہ چہارم

عام بحث

347

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا چھبیسواں اجلاس

منگل، 3-اکتوبر 2006

(یوم الثلاثہ، 9-رمضان المبارک 1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 14 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

يَاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا كَثِيۡرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ
اِثۡمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوۡا وَلَا يَغۡتَبْ بَّعۡضُكُمۡ بَعۡضًا ؕ اَيُحِبُّ
اَحَدُكُمۡ اَنۡ يَّاۡكُلَ لَحۡمَ اَخِيۡهِ مَيۡتًا فَكَرِهۡتُمُوۡهُ ؕ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ
مِّنۡ ذَكَرٍ وَّاُنۡثٰى وَجَعَلۡنٰكُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآٮِٕلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ
اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰٮكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ﴿۱۳﴾

سورۃ الحُجرَات آیات 12 تا 13

اے اہل ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں۔ اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے۔ (تو غیبت نہ کیا کرو) اور خدا کا ڈر رکھو بے شک خدا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے (12) لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے۔ تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔ اور خدا کے

نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک خدا سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے (13)

وما علینا الا البلاغ o

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے اور آج کے ایجنڈے پر محکمہ صحت سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔

پوائنٹ آف آرڈر

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

ڈرائیونگ لائسنس کے لئے میڈیکل سرٹیفکیٹ ایس پی (ٹریفک) آفس کی ڈسپنسری کی بجائے سرکاری ہسپتال سے لانے کا مطالبہ

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! ڈرائیونگ لائسنس بنوانے کے لئے میڈیکل سرٹیفکیٹ لازمی ہوتا ہے۔ جب سے ٹرانسپورٹ کا محکمہ بنا ہے تو اس وقت سے ہی ایس پی کے آفس میں ڈسپنسری بنی ہوئی ہے جہاں ڈاکٹر بھی ہے اور جس نے بھی لائسنس بنوانا ہوتا ہے تو وہ اسی ڈسپنسری میں ڈاکٹر کے پاس فارم fill کر کے دیتا ہے اور within 15 minutes اسے میڈیکل سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے۔ اب ڈیڑھ مہینے سے یہ سرٹیفکیٹ لینے کے لئے کہہ رکھا ہے کہ سرکاری ہسپتال میں میڈیکل آفیسر کے پاس جائیں اور میڈیکل سرٹیفکیٹ بنوا کر لائیں۔

جناب سپیکر! ہو یہ رہا ہے کہ لوگ میڈیکل آفیسر کے پاس جاتے ہیں پرچی بنوا کر ان کے پاس پہنچنے کے لئے پہلے باہر جو داروغہ بیٹھا ہوتا ہے اس کو خوش کرنا ہوتا ہے پھر آگے میڈیکل آفیسر کے پاس بھیجتے ہیں میڈیکل آفیسر آگے پھر سینئر آفیسر کے پاس بھیجتا ہے جس سے تین چار ماہ لگ رہے ہیں۔ وہاں تین سے چار سو روپے رشوت بھی دینا پڑ رہی ہے لوگوں کو بہت زیادہ خوار ہونا پڑ رہا ہے پہلے جو پندرہ منٹ لگتے تھے اب کیوں سرکاری ہسپتال میں انہیں بھیجا جا رہا ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ ہماری گورنمنٹ تو لوگوں کی پریشانیاں ختم کر رہی ہے میرے خیال میں یہ ہمارے چیف منسٹر اور ہمارے ہیلتھ منسٹر صاحب کو ابھی اس بات کا علم نہیں ہے کہ لوگوں کو اس چھوٹے سے کام کے لئے بڑی پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ! منسٹر صاحب نے سن لیا ہے اس کا ضرور کوئی حل نکالیں گے۔

ڈاکٹر نادیہ عزیز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

ڈاکٹر نادیہ عزیز: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی اور اس ایوان کی توجہ ایک انتہائی اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہتی ہوں۔ آج سے تقریباً سال ڈیڑھ سال پہلے ہمارے صدر جنرل پرویز مشرف، وزیر اعلیٰ اور گورنر صاحب نے سرگودھا میں میڈیکل کالج بنانے کا اعلان کیا تھا اور پچھلے تقریباً ایک سال سے اس پر بڑا actively کام ہو رہا تھا۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے مہربانی کرتے ہوئے انچاس ٹیل پر کافی زمین میڈیکل کالج کے نام ٹرانسفر کر دی تھی پھر ایک سال سے پرنسپل تنخواہ پر کام کر رہا تھا چھ ماہ پہلے پروفیسرز، میڈیکل آفیسرز اور Demonstrators کی اسامیاں دی گئی تھیں جن پر appointments بھی ہو گئی تھیں لیکن مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پچھلے مہینے کی 23 تاریخ کو ڈویلپمنٹ کمیٹی کا اجلاس اسلام آباد میں ہوا جس میں اس منصوبے کو مؤخر کر دیا گیا اور یہ بات نہایت افسوسناک ہے کہ سرگودھا ضلع اتنے بڑے ڈویژن کے ساتھ اتنی بڑی زیادتی ہو رہی ہے۔ پہلے ہی سرگودھا ڈویژن میں سے ایک بڑا حصہ نکال کر اس کو فیصل آباد ڈویژن میں شامل کیا گیا، یہاں سے زرعی یونیورسٹی کو نکال کر فیصل آباد ٹرانسفر کر دیا گیا، یہاں سے میڈیکل کالج کو نکال کر فیصل آباد ٹرانسفر کر دیا گیا، اب جب یہاں پر میڈیکل کالج بنانے کا اعلان کیا گیا تو اس پر properly کام کیا جا رہا تھا اور باقاعدہ لوگوں کو بڑی پُرکشش salary پر appoint کیا گیا تھا لوگ باہر سے آکر وہاں کام کرنے کے لئے تیار تھے---

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ منسٹر صاحب نے سن لیا ہے---

ڈاکٹر نادیہ عزیز: اب اس منصوبے کو مؤخر کر دیا گیا تو میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ ایسی کیا وجوہات تھیں جن کی وجہ سے یہ منصوبہ مؤخر کیا گیا۔ میں وزیر صحت سے اس کا جواب مانگنا چاہتی ہوں کہ آخر کیا وجہ تھی سرگودھا شہر کے ساتھ اتنا بڑا ظلم کیوں کیا جا رہا ہے، وہاں کے لوگ سراپا احتجاج ہیں، وہاں ہر روز ریلیاں نکل رہی ہیں---

جناب سپیکر: محترمہ! ابھی Question Hour ہے آپ کا سوال نہیں ہے جواب تو نہیں دے سکتے---

ڈاکٹر نادیہ عزیز: جناب سپیکر! یہ بہت important issue ہے---

جناب سپیکر: وہ انہوں نے سن لیا ہے---

ڈاکٹر نادیہ عزیز: یہ سرگودھا ڈویژن سے میڈیکل کالج کو فیصل آباد منتقل کیا جا رہا ہے۔ اگر پیپلز پارٹی کی حکومت میں اتنی بڑی ناانصافی ہمارے ڈویژن کے ساتھ ہوئی ہوتی تو میں یقینی طور پر استعفیٰ دے دیتی۔ میں اپنے (ق) لیگ کے بھائیوں سے جو ہمارے سرگودھا شہر کی بڑی بڑی منسٹریز پر بیٹھے ہیں سے بھی گزارش کرتی ہوں کہ وہ لوگ بھی اس مسئلے پر غور کریں۔۔۔

سوالات

(محکمہ صحت)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: جی، تشریف رکھیں۔ اب ہم وقفہ سوالات شروع کرتے ہیں پہلا سوال سید احسان اللہ وقاص کی طرف سے ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! پہلے یہ ارشاد فرمائیں کہ میرا جواب کون دے گا؟ (قہقہے)

جناب سپیکر: آپ کے سوال کا جواب منسٹر صاحب دیں گے۔

سید احسان اللہ وقاص: بڑی مہربانی، میرا سوال نمبر 3127 ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سکول آف فزیو تھراپی میو ہسپتال لاہور داخلے کا معیار اور دیگر تفصیلات

*3127 سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سکول آف فزیو تھراپی میو ہسپتال لاہور میں داخلہ کا کیا معیار ہے کل کتنے نئے طلبہ کو ہر سال داخلہ دیا جاتا ہے؟

(ب) مذکورہ ادارے کے موجودہ پرنسپل کون ہیں ان کی قابلیت اور تجربہ کیا ہے ان کی تقرری کب عمل میں لائی گئی تھی؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ پرنسپل صاحب کا اپنا بیٹا اس ادارے میں زیر تعلیم ہے اسے کس معیار کی بناء پر ادارہ ہذا میں داخلہ دیا گیا نیز مذکورہ طالب علم نے میٹرک اور FSC کے بورڈ کے امتحانات میں کتنے نمبر حاصل کئے تھے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ گزشتہ امتحانات میں پرنسپل صاحب کے اپنے بیٹے نے امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کی اور یہ الزام بھی عائد کیا جاتا ہے کہ اس کے لئے رزلٹ بھی تبدیل کیا گیا؟

وزیر صحت:

(الف) سکول آف فزیو تھراپی میو ہسپتال لاہور میں داخلہ ایف ایس سی پری میڈیکل (فزکس، کیمسٹری اور بیالوجی) کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ داخلہ خالصتاً میرٹ کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ البتہ محکمہ صحت کی پالیسی کے تحت کم از کم اور زیادہ سے زیادہ عمر کی حد 17 تا 23 سال اور سکونت صوبہ پنجاب سے ہے۔ ہر سال 44 طلباء کو سکول ہذا میں داخل کیا جاتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

اوپن میرٹ	مرد (9)	خواتین (9)
ڈویژنل کوٹا ہر ڈویژن سے	مرد (2)	خاتون (1)
کل 8 ڈویژن سے	3 = 1 + 2	24 = 8 x 3

نیز فزیو تھراپسٹ کے بچوں کے لئے کوٹا ختم ہونے والی دو سیٹیں بغیر کسی تخصیص (علاقائی یا جنسی) کے اوپن میرٹ کر دی گئی ہیں۔

اس طرح کل سیٹیں 18 = 9 + 9
24 = 8 x 3
2
44

(ب) مذکورہ ادارے کے موجودہ پرنسپل محمد لطیف چودھری جن کی تقرری جون 1991 کو عمل میں آئی۔ موجودہ پرنسپل نہ صرف پاکستان سے پیشہ ورانہ ڈگری کے حامل ہیں بلکہ عالمی ادارہ صحت کے زیر اہتمام برطانیہ سے پوسٹ گریجوایٹ فیلو شپ بھی حاصل کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان کے واحد فزیو تھراپسٹ ہیں جنہوں نے لندن سے ہیلتھ ایجوکیشن میں پوسٹ گریجوایٹ کورس کیا ہوا ہے۔ ان کا اس میدان میں 33 سال کا وسیع تجربہ ہے جس میں 12 سال کا تدریسی شعبے میں ہے۔ اس تعلیم اور تجربہ کا پاکستان میں کوئی فزیو تھراپسٹ نہیں ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ پرنسپل کا اپنا بیٹا اس ادارے میں زیر تعلیم ہے جسے سکول ہذا میں راولپنڈی ڈویژن کوٹا کی سیٹ پر میرٹ پر داخلہ دیا گیا۔ پرنسپل کے بیٹے کے میٹرک

میں850/534اور ایف ایس سی میں1100/583نمبر ہیں۔

(د) یہ درست نہ ہے کہ پرنسپل کا بیٹا پچھلے یونیورسٹی امتحان میں اول آیا بلکہ اول آنے والی طالبہ کا نام سیدہ بشریٰ امیر حمزہ ولد سید امیر حمزہ ہے۔ یہ درست نہ ہے کہ پرنسپل کے بیٹے کے لئے امتحانی نتیجہ تبدیل کیا گیا۔یہاں یہ بیان کرنا محل نہ ہو گا کہ یونیورسٹی کے قواعد کے مطابق فرسٹ پروفیشنل میں ساتوں پرچوں میں ایک اندرونی اور ایک خارجی ممتحن بورڈ آف سٹڈیز ان میڈیسن کی سفارش پر تقرر کیا جاتا ہے۔ اس امتحان کے تمام اندرونی ممتحن صاحبان سکول ہذا کے ملازم نہ ہیں بلکہ جزوقتی طور پر کام کرتے ہیں اور مختلف اداروں سے وابستہ ہیں جن کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں چلڈرن ہسپتال لاہور کے بی ایس سی فزیو تھراپی کے امیدوار بھی امتحان میں شریک ہوتے ہیں۔یونیورسٹی قواعد کے مطابق تمام جوابی کاپیوں پر سے امیدوار کا اصلی رول نمبر اتار لیا جاتا ہے اور فرضی رول نمبر لگانے کے بعد ان کو خارجی ممتحن صاحبان کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ خارجی ممتحن صاحبان پرچوں پر نمبر لگانے کے بعد تمام کاپیاں پنجاب یونیورسٹی کو بھیجتے ہیں۔

یونیورسٹی کے شعبہ سیکریسی میں کام کرنے والے سیکریسی آفیسرز جو عموماً ریٹائرڈ اساتذہ ہوتے ہیں وہ میو ہسپتال سکول آف فزیو تھراپی اور چلڈرن ہسپتال کے امیدواروں کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے خارجی ممتحن کی بھیجی ہوئی جوابی کاپیوں کو متعلقہ ہر دو اندرونی ممتحن صاحبان کو بغیر کسی تمیز کے بھیج دیتے ہیں اور اندرونی ممتحن نمبر لگانے کے بعد جوابی کاپیاں اور ایوارڈ لسٹیں سیل کر کے یونیورسٹی کے متعلقہ سیکشن کو بھیج دیتے ہیں اور یونیورسٹی کے شعبہ امتحانات کا عمل نتیجہ مرتب کر کے مکمل جانچ پڑتال کے بعد شائع کرتا ہے۔اس پورے عمل میں پرنسپل کا کوئی کردار نہیں ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرے جواب کے جز(ج) میں یہ فرمایا گیا ہے کہ یہ درست ہے کہ پرنسپل کا اپنا بیٹا اس ادارے میں زیر تعلیم ہے جسے سکول ہذا میں راولپنڈی ڈویژن کوٹا کی سیٹ پر میرٹ پر داخلہ دیا گیا۔ پرنسپل کے بیٹے کے میٹرک میں850 میں سے 534 نمبر تھے اور ایف ایس سی میں1100 میں سے 583 نمبر تھے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا583 نمبر لینے والا

اس وقت کوئی بچہ اس ڈیپارٹمنٹ میں داخلہ لے سکتا ہے یا 583 نمبر لینے والے کسی اور بچے کو بھی کبھی داخلہ دیا گیا؟

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! میں یہ۔۔۔

جناب سپیکر: بی بی! منسٹر صاحب اس کا جواب دیں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! آپ انہیں واضح کر دیں کہ انہوں نے شروع میں پوچھا کہ جواب کون دے گا تو آپ بتائیے کہ آپ نے جو رولنگ فرمائی تھی کہ پارلیمانی سیکرٹری جواب نہیں دے سکتا۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری جواب دے سکتا ہے لیکن منسٹر صاحب کی اجازت سے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جی ہاں! ان کی اجازت سے میں اب بھی جواب دے سکتی ہوں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! جس بچے کی بات سید احسان اللہ وقاص کر رہے ہیں یہ بچہ فائنل ائیر میں ہے اور اس بی ایس سی فزیو تھراپی کے کورس سے گریجویٹ ہونے والا ہے اور میرٹ ہر سال مختلف ہوتا ہے چار سال پہلے کچھ میرٹ تھا اب میرٹ زیادہ ہائی ہو چکا ہے۔ اب فزیو تھراپی ایک attractive field بن گیا ہے اور ہم نے ایک اور کالج چلڈرن ہسپتال میں بھی کھولا ہے لیکن میں نے اس معاملے کی ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ سے تحقیق کروائی ہے اور مجھے جو انفارمیشن دی گئی ہے اس کے مطابق یہ بچہ کسی کوٹا پر نہیں بلکہ میرٹ پر آیا تھا۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، شکریہ

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! انہوں نے اپنے جواب میں فرمایا ہے کہ ہر ڈویژن کا کوٹا ہے کیا گورنمنٹ کوئی ایسی پالیسی بنانا چاہتی ہے کہ یہ کوٹا سسٹم ختم کیا جائے اور تمام سیٹوں کا اوپن میرٹ رکھا جائے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! یہ پرانے ڈویژن ہیں اور اس وقت صرف ایک ہی کالج فزیو تھراپی کا تھا اور اس کی ابھی بھی shortage ہے تقریباً 44 سٹوڈنٹس میو ہسپتال میں جاتے ہیں اور 20 سٹوڈنٹس چلڈرن میں جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ پنجاب میں کوئی کالج آف فزیو تھراپی ہے ہی نہیں بلکہ میں اس حد تک کہوں گا کہ پورے پاکستان میں پبلک سیکٹر میں صرف تین کالج ہیں دو پنجاب میں اور ایک کراچی میں ہے۔ بہت سارے سٹوڈنٹس ہمارے ایسے ڈسٹرکٹس اور ڈویژن سے ہوتے ہیں جہاں پر ایڈمیشن نہیں ملتے جیسے فار ما ڈویژن ملتان، رحیم یار خان اور بہاولپور ہے۔ ان بچوں کو ایڈجسٹ اور ان کی احساس محرومی کو compensate کرنے کے لئے ہم نے اس کالج میں یہ provision رکھی اور یہاں تک کہ میڈیکل کالجز میں بھی چیف منسٹر چودھری پرویز الٰہی نے ہیلتھ پالیسی declare کی اس میں جنوبی پنجاب کے ڈسٹرکٹس میں بچوں کی اضافی سیٹیں دی ہیں تاکہ یہ جو تھوڑا بہت گیپ ہے یہ دور ہو جائے جب یہ گیپ دور ہو جائے گا تو ہم یہ سسٹم ختم کر دیں گے۔

جناب سپیکر: جی، سید احسان اللہ وقاص!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! انہوں نے درست فرمایا ہے اگر پرنسپل صاحبان کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ خود کوٹا سسٹم بنائیں اور پھر اس کوٹے پر اپنے بچوں کا داخلہ کرنا شروع کر دیں تو یہ بڑی زیادتی کی بات ہوگی۔ ان کی بات بالکل درست ہے کہ یہ پاکستان میں ایک واحد اور اہم ادارہ ہے اور اس وقت میڈیکل سائنس کے حوالے سے جو بیماریاں ہیں ان کے لئے فزیو تھراپسٹ کی بہت شدید ضرورت ہے۔ اب اس ادارے میں جو واحد ادارہ ہو اس کے اندر بھی یہ حال ہو کہ پرنسپل صاحب کوٹے پر اپنے بچے کو داخل کرنا شروع کر دیں۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، منسٹر صاحب فرما رہے ہیں کہ میرٹ پر داخل ہوا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: نہیں۔ جی، نہیں انہوں نے فرمایا ہے کہ کوٹے پر داخل ہوا ہے۔ اب کوٹے پر پرنسپل صاحب اپنے ہی بچوں کو اگر داخل کریں گے تو باقیوں کا کیا بنے گا اور جواب میں بھی یہی ارشاد فرمایا گیا ہے میں یہ درخواست کروں گا کہ ان چیزوں پر ذرا منسٹر صاحب توجہ فرمائیں؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں نے عرض کیا ہے کہ ڈویژنز کا کوٹا ہے لیکن وہاں پر بھی ہر ڈویژن کی میرٹ لسٹ بنتی ہے اور اگر اس میں ایسی شکایت ہو اب بہاولپور کے بچے کا ہو سکتا ہے کہ نمبر لاہور ڈویژن کے بچے کے مساوی نہ ہو لیکن بہاولپور کی علیحدہ میرٹ لسٹ بنے گی اور اگر اس میں ایک بچہ داخل ہوتا ہے ہو سکتا ہے اس کے لاہور والے بچے کی نسبت سو نمبر کم ہوں لیکن وہ اپنے ڈویژن کے کوٹے پر میرٹ پر ہو گا۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! وہ پرنسپل کا کوٹا نہیں ہے وہ ڈویژن کا کوٹا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرے علم میں ہے کہ راولپنڈی ڈویژن کا بالکل جعلی ڈومیسائل بنایا گیا تھا میں صرف یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ یہ ملک اس ملک کے لوگوں نے بنایا ہے یہاں کے عام آدمی کا یہ حق ہے یہ پرنسپل صاحبان کو اس کا کوئی حق نہیں ہے کہ اپنے بچوں کو داخل کرنے کے لئے اس طرح کے راستے نکالتے پھریں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! ڈومیسائل تو اگر وہ پرنسپل کا بیٹا نہ بھی ہوتا عام آدمی کا بیٹا بھی ہوتا تو تب بھی ڈومیسائل بنوا سکتا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! وہ پنڈی کے رہنے والا ہی نہیں ہے پنڈی کی سیٹ پر داخلہ کروایا گیا ہے وہ تو لاہور کے رہنے والے ہیں انہوں نے پنڈی کا جعلی ڈومیسائل بنوا کر داخل کر دیا ہے۔ میں منسٹر صاحب کی توجہ کے لئے یہ عرض کر رہا ہوں کہ ان چیزوں پر نظر رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! یہ criticize کر رہے ہیں کہ ڈاکٹر کا بیٹا ہے۔ ویسے یہ احسان اللہ صاحب کا کیا کام ہے کہ سکول آف فزیو تھراپی میں جا کر رزلٹ چینج کروانے کا۔ ان کا ایک لاڈلہ سٹوڈنٹ حافظ خالد جو کہ تین سال سے مسلسل فیل ہوتا رہا اور انھوں نے جا کر سابق پرنسپل سے کہا کہ اس کو پاس کریں، وہ جب پاس نہیں ہوا تو سٹیٹس اور میڈیکل فزکس کے ایگزامینز کے پاس گئے، اسے پاس کروایا، وہ پھر فیل ہو گیا۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: اب انھوں نے اس کو فزیو تھراپی سکول آف چلڈرن ہسپتال میں migrate کروایا ہے تو یہ اٹھا کر فائلیں وہاں پر لے جاتے ہیں اور وہاں پر جا کر رزلٹ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اپوزیشن ممبر ہونے کا مطلب یہ تو نہیں ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ پلیز تشریف رکھیں۔ شاہ صاحب! آپ کا اگلا سوال ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! یہ تو پورے ہاؤس کی توہین کی گئی ہے۔ انھوں نے پورے ہاؤس میں وعدہ کیا تھا کہ یہ بات نہیں کریں گی تو یہ پورے ہاؤس کی توہین ہے، میری تو نہیں ہے اور میرا کوئی بیٹا، میرا کوئی بھتیجا، میرا کوئی رشتہ دار اس کالج میں داخل ہوا ہے اور نہ ہی پڑھتا ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ کا next question ہے وہ take up کر لیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ایک چھوٹا سا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! ضمنی سوال کافی ہو گئے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب عالی! اس حوالے سے ایک توجہ ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال سید احسان اللہ وقاص صاحب !

سید احسان اللہ وقاص: پہلے یہ فرمائیں کہ جواب انھوں نے دینا ہے یا منسٹر صاحب نے دینا ہے؟

جناب سپیکر: نہیں، آپ سوال کا نمبر پکاریں۔ آپ کو جواب مل جائے گا۔

سید احسان اللہ وقاص: کون دے گا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! یہ ہاؤس کا استحقاق مجروح کر رہے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! تشریف رکھیں۔ ہاؤس کو چلنے دیں۔ پلیز چلنے دیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب! انھوں نے گنگا رام ہسپتال کے ایک کوارٹر پر ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے۔ رجسٹرار کی جگہ پر ناجائز قابض ہیں اور وہاں پر یہ ناجائز بیٹھی ہوئی ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ اپنے سوال کا نمبر پکاریں۔

سید احسان اللہ وقاص: میں اس کو چیلنج کرتا ہوں۔ آپ ہاؤس کی ایک کمیٹی بنائیں۔ یہ چیک کریں۔ یہ وہاں پر ناجائز قبضہ کر کے بیٹھی ہوئی ہیں۔ ان کا اس کالج کے ساتھ کوئی تعلق نہیں

ہے۔ میں اس پر اسمبلی میں سوال دے رہا ہوں۔ اس پر پوری تفصیل پیش کروں گا۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! سوال کا نمبر پکاریں۔

سید احسان اللہ وقاص: جی، سوال نمبر 3351۔

جناب سپیکر: سوال نمبر 3351، جواب پڑھا ہوا تصور کر لیں؟

سید احسان اللہ وقاص: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کر لیں۔

سروسز ہسپتال لاہور میں برن یونٹ کا قیام

*3351 **سید احسان اللہ وقاص:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سروسز ہسپتال لاہور میں جلے ہوئے مریضوں کے علاج معالجہ کے لئے کوئی برن یونٹ نہیں ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ عرصہ دراز سے احتجاج اور مطالبہ کے باوجود برن یونٹ قائم نہیں کیا جا رہا جس کے باعث مریضوں کو بے حد تکالیف کا سامنا ہے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ہسپتال ہذا میں برن یونٹ فوری طور پر قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) یہ درست ہے کہ سروسز ہسپتال لاہور میں مخصوص برن یونٹ نہ ہے تاہم برن کے مریضوں کے لئے جنرل سرجری وارڈز میں انتظام موجود ہے۔

(ب) حکومت کو برن کے مریضوں کی تکالیف کا احساس ہے جن کے لئے تمام بڑے ہسپتالوں میں مرحلہ وار پروگرام کے تحت برن سنٹرز کے قیام کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ پہلے مرحلہ میں بیت المال پاکستان کے تعاون سے جناح ہسپتال لاہور میں برن سنٹر قائم کیا جا رہا ہے جو کہ لاہور کے تمام برن مریضوں کے علاج معالجے کے لئے مختص ہو گا۔ دوسرے مرحلہ میں الائیڈ ہسپتال فیصل آباد اور نشتر ہسپتال ملتان میں برن سنٹرز قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

(ج) جواب جز (ب) میں موجود ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز (ب) میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ "پہلے مرحلہ میں بیت المال پاکستان کے تعاون سے جناح ہسپتال لاہور میں برن سنٹر قائم کیا جا رہا ہے" اس کی کیا ڈویلپمنٹ ہے، قائم ہو گیا ہے، کب تک ہو گا، اس کی صورتحال کیا ہے اس کے بارے میں وزیر موصوف وضاحت فرمائیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: شکریہ۔ جناب سپیکر! برن کے مریضوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر ہماری حکومت نے فیصلہ کیا کہ پہلے یہاں برن یونٹ تھے یعنی کہ ہر ہسپتال میں سرجیکل وارڈ کو دس بیڈ کے لئے dedicate کر دیتے تھے کہ یہ برن یونٹ ہے اور وہ درحقیقت Burn Centre نہیں تھے تو ہم نے ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت پنجاب میں تین Burn Centres بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس میں پنجاب کے ایک ایریا کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے ایک برن سنٹر لاہور میں، ایک ملتان میں جنوبی پنجاب کے لئے اور ایک فیصل آباد میں بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ جو جناح ہسپتال کا برن سنٹر ہے جس کی طرف ہمارے بھائی احسان اللہ وقاص صاحب نے اشارہ کیا ہے وہ پاکستان بیت المال، پنجاب حکومت اور جناح ہسپتال کے اشتراک سے بن رہا ہے۔ اس کا نام جناح برن سنٹر ہے۔ یہ نوے کروڑ روپے کا منصوبہ ہے۔ اس میں زمین ہم نے دی ہے، فیکلٹی ہم دیں گے، اس کی construction cost میں بیت المال ہمارے ساتھ share کر رہا ہے۔ یہ نوے کروڑ روپے کا منصوبہ ہے۔ اس میں 65 بیڈز ہوں گے۔ 15 آئی سی یو کے بیڈز ہوں گے اور اس کے علاوہ چھ آپریشن تھیٹرز ہوں گے۔ اس کی چھت کے اوپر ہیلی پیڈ بنا رہے ہیں تاکہ ایمرجنسی کی صورت میں مریض کو ہیلی کوپٹر کے ذریعہ ٹرانسفر کیا جائے۔ کل جو 2۔اکتوبر گزری ہے اس پر اس کا actual physical کام شروع ہو چکا ہے۔ وہاں سے ملبہ اٹھایا جا رہا ہے اور ہمارا aim ہے کہ دسمبر 2007 تک اس کی بلڈنگ کی تعمیر مکمل ہو جائے اور ساتھ ساتھ ہم اس کے لئے equipments بھی خریدیں گے۔ یہ بالکل state of the art Burn Centre ہو گا اور پورے برصغیر میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کا ایک مقام ہو گا۔ یہاں پر ہم جو نئی جلد ہے وہ بھی پیدا کریں گے تاکہ جو لوگ زیادہ burn ہو جائیں تو ان کا علاج ہو سکے۔ اسی طرح کا ایک برن سنٹر ملتان میں

پہلے ہی زیر تعمیر ہے۔ وہاں بلڈنگ پر کام ہو رہا ہے۔ وہ بھی 65 بیڈ پر مشتمل ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ایک پروگرام ہمارا فیصل آباد کا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ دسمبر 2007 میں یہ 90 کروڑ روپے کا برن سنٹر جناح ہسپتال کے احاطے میں کھڑا ہو گا۔

جناب سپیکر: فیصل آباد والا کب تک شروع ہو رہا ہے؟ (قہقہے)

وزیر صحت: فیصل آباد میں پہلے ہی ایک برن وارڈ تھا۔ ہم اس کا بھی PC-I تیار کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اگلے سال اس پر بھی construction شروع ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ جس طرح انھوں نے فرمایا ہے کہ یہ جو برن سٹیشن ہیں یہ مرحلہ وار فیصل آباد، ملتان میں قائم کر رہے ہیں، سیالکوٹ جو میں سمجھتا ہوں کہ فارن ایکسچینج میں کراچی کے بعد دوسرے نمبر پر ہے اور یہ بالکل سائیڈ پر ہے تو کیا یہ سیالکوٹ میں بھی کوئی برن سٹیشن قائم کرنا چاہتے ہیں، اس میں، میں ان کو یہ کہوں گا کہ ہم جو چیمبر آف کامرس ہے، سیالکوٹ کے لوگ جو ہیں وہ اس سلسلے میں وہاں گورنمنٹ کی مدد کرنے کے لئے تیار ہیں، کیا حکومت اس صورتحال میں وہاں پر کوئی برن سٹیشن قائم کرنا چاہتی ہے؟

جناب سپیکر: یعنی سیالکوٹ یا گوجرانوالہ ڈویژن میں بھی آپ کوئی برن سنٹر قائم کرنے کا سوچ رہے ہیں؟

وزیر صحت: جناب سپیکر! اس میں بالکل سیالکوٹ انڈسٹریل سٹی ہے، وہاں پر اس کی ضرورت ہے کیونکہ اس میں بڑے highly skilled specialist کی ضرورت ہوتی ہے اور پلاسٹک سرجن کی shortage ہے جو کہ برن میں ان کی فیلو شپ اور ٹریننگ ہو تو پہلے یہ سنٹر بن جائیں گے پھر جس طرح یہ PIC تھا اس سے ہم نے ملتان انسٹیٹیوٹ اور فیصل آباد انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی بنایا تو جب manpower develop ہو جائے گی، نرسز develop ہو جائیں گی تو پھر ہم اس کو ضلع کی سطح پر بھی لے جائیں گے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ اگلا سوال حاجی محمد اعجاز صاحب کا ہے۔

حاجی محمد اعجاز: سوال نمبر 3535۔

جناب سپیکر: سوال نمبر 3535، جواب پڑھا ہوا تصور کر لیں؟

حاجی محمد اعجاز: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کر لیں۔

جناح ہسپتال لاہور۔ سی ٹی سکین مشین کی مرمت کا مسئلہ

*3535 **حاجی محمد اعجاز:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جناح ہسپتال لاہور میں سی۔ٹی سکین مشین کافی عرصہ سے خراب پڑی ہے جس کی وجہ سے ہسپتال میں آنے والے مریضوں کو سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

(ب) اگر جز بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ مشین کو جلد از جلد ٹھیک کروانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر صحت:

(الف) یہ درست نہیں ہے۔

(ب) جناح ہسپتال لاہور میں پرانی سی۔ ٹی سکین مشین مورخہ 31-12-02 سے ناقابل استعمال / ناکارہ قرار دے دی گئی تھی جس کی مرمت ممکن نہ تھی۔ لہذا ہسپتال انتظامیہ نے تمام قانونی تقاضے پورے کرنے کے بعد جاپان سے توشیبا برانڈ کی نئی جدید ریئل ٹائم سپیئر سی۔ٹی سکین درآمد کی ہے جس کی تنصیب اپریل 2004 میں کی گئی، جبکہ اس کا باقاعدہ افتتاح مورخہ 19 مئی 2004 کو وزیر اعلیٰ پنجاب، چودھری پرویز الٰہی نے کیا۔ یہ مشین 24 گھنٹے مریضوں کے سی ٹی سکین باقاعدگی سے کر رہی ہے۔ سال 2004 میں کل 3422 سی۔ٹی سکین کئے گئے، جبکہ سال 2005 میں 30۔ستمبر تک کل 4121 سی۔ٹی سکین ہو چکے ہیں۔ ہسپتال ہذا میں اس سہولت کی دستیابی کے سبب اب مریضوں کو کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ جناح ہسپتال لاہور کی انتظامیہ کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ حکومت کی ترجیحات کے مطابق شہریوں کو بہترین طبی سہولیات مہیا کی جائیں۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! اس میں میرا ضمنی سوال ہے کہ پرانی سی۔ٹی سکین مشین کتنا عرصہ خراب رہی اور اس عرصہ کے دوران مریضوں کو کہاں refer کیا گیا؟

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! جو پہلی مشین تھی وہ دس سال سے جناح ہسپتال میں لگی ہوئی تھی، وہ خراب ہو گئی اور اس کے بعد 2004 میں چیف منسٹر صاحب نے ایک سپیئر سی۔ٹی سکین مشین جناح ہسپتال کو دی اور وہ اس وقت فنکشنل ہے۔ اس دوران جو غریب مریض تھے، وہ میو ہسپتال میں سی ٹی سکین فنکشنل تھا، سروسز ہسپتال میں سی ٹی سکین فنکشنل تھا، لاہور جنرل ہسپتال میں سی ٹی سکین فنکشنل تھا، ان تین ہسپتالوں میں refer کئے جاتے تھے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

چودھری خضر الیاس ورک: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک انتہائی اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ سبھی بھائی اس پر غور و فکر کریں۔ منسٹر صاحب بھی اتفاق سے ہاؤس میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ میرے حلقہ کا معاملہ ہے اور ان کا بھی ضلع ہے۔ وہاں ایک موضع مہار شریف جو کہ نارووال شہر سے تقریباً ڈیڑھ دو کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ کل شام کو وہاں دو بچوں کو ایک کی عمر تیرہ سال اور دوسرے کی سات سال تھی سانپ نے کاٹ لیا۔ ان کا باپ بھی ساتھ تھا۔ وہ وہاں سے ان دونوں بچوں کو لے کر نارووال ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال گیا اس نے کہا کہ ان کو سنیک بائٹنگ ویکسین ہے وہ دے دو، انھوں نے کہا کہ ہمارے پاس نہیں ہے، آپ ان کو لاہور لے جاؤ، وہ لاہور لے آیا اور سیدھا میو ہسپتال چلا گیا، میو ہسپتال والوں نے کہا کہ ہمارے پاس بھی نہیں ہے، آپ ان کو گنگارام ہسپتال لے جاؤ، وہ پھر ان کو گنگارام ہسپتال لے گیا، گنگارام ہسپتال والوں نے کہا کہ ہمارے پاس بھی نہیں ہے، آپ ان کو جنرل ہسپتال لے جاؤ، جب وہ گنگارام ہسپتال سے جنرل ہستپال کے درمیان میں تھا تو ان میں سے ایک بچے کی موت واقع ہو گئی، جب وہ جنرل ہسپتال پہنچا تو انھوں نے کہا کہ یہ ہمارے پاس بھی نہیں ہے لیکن ہم آپ کو لکھ کر دے دیتے ہیں، آپ سٹور سے لے آئیں، جب وہ سٹور سے لینے گیا تو اس نے وہاں سے -/172 روپے کی ویکسین خریدی، اس نے سٹور والے سے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ ایک میرا بیٹا مر چکا ہے، دوسرا اس کشمکش میں ہے، مجھے جلدی سے ہسپتال چھوڑ آؤ، وہ میڈیکل سٹور والا اس کو اپنی موٹر سائیکل پر بٹھا کر ہسپتال

چھوڑنے گیا تو جونہی وہ وارڈ کے قریب پہنچا تو دوسرا بچہ بھی مر چکا تھا۔ یہ میرے حلقے کا واقعہ ہے۔ اخبار "جنگ" نے کل اس کی heading بھی دی ہوئی تھی۔ میں یہ اخبار آپ کو پیش کرتا ہوں اور منسٹر صاحب سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ برن یونٹ تو ادھر بن رہے ہیں لیکن کم از کم ہمارے ضلع میں لوگوں کو سانپ سے کاٹنے والی ویکسین اور کتوں کے کاٹنے والی ویکسین تو مل جایا کرے۔ کم از کم ان بچوں کی جان تو بچ جاتی۔

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! کل میں نے بھی یہ خبر اخبار میں پڑھی ہے اور رانا آفتاب صاحب نے بھی مجھے فیصل آباد، ڈجکوٹ کے بارے میں ایک ایسا ہی کیس بتایا ہے۔ میں نے کل خود ایم ایس کو فون کیا اور اس معاملے کی تفصیلات مانگی ہیں۔ اس نے مجھے جو کچھ بتایا ہے وہ میں آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔ اس نے کہا ہے کہ ہمارے پاس ریکارڈ میں موجود ہے کہ اس بچے کو نارووال میں سانپ کاٹنے کی ویکسین دی گئی تھی۔ اس نے مجھے کہا ہے کہ وہ خود آکر رجسٹر دکھائے گا۔ وہاں پر ویکسین دینے کے باوجود بچے کی حالت تشویشناک ہوئی۔ سانپ کی کئی اقسام ایسی بھی ہیں کہ جہاں پر ویکسین کام نہیں کرتی۔ تو انھوں نے فیصلہ کیا کہ اس بچے کو لاہور ٹرانسفر کیا جائے۔ ایم ایس کے کہنے کے مطابق ویکسین دی گئی تھی۔ بہر حال میں خود ذاتی طور پر اس معاملے کو دیکھوں گا۔ میں نے ایم ایس کو بلوایا ہے۔

جناب سپیکر: وزیر صاحب اس بات کو یقینی بنائیں کہ جو دور دراز کے علاقوں میں ہسپتال ہیں ان میں بھی یہ ویکسین موجود ہونی چاہئے۔ ابھی خضر الیاس ورک صاحب نے بتایا ہے کہ لاہور پہنچنے تک ایک بچے کی موت واقع ہو گئی اور دوسرا ابھی ادھر لاہور میں آکر فوت ہو گیا۔ دیہاتی علاقوں میں جو ہسپتال ہیں کم از کم وہاں پر یہ ویکسین مہیا ہونی چاہئے۔ میرے خیال میں یہ کوئی زیادہ قیمتی آئٹم بھی نہیں ہے لہذا دور دراز کے دیہاتی علاقوں میں واقع ہسپتالوں میں اس ویکسین کی دستیابی کو یقینی بنائیں۔

چودھری خضر الیاس ورک: جناب سپیکر! اس بارے میں آپ ایک انکوائری کمیٹی بنا دیں جو یہ دیکھے کہ آیا نارووال میں بچے کو ویکسین ملی ہے یا نہیں اور لاہور کے ہسپتالوں میں ویکسین کیوں موجود نہیں تھی؟

جناب سپیکر: وزیر صاحب نے اس بارے میں رپورٹ منگوائی ہے وہ آنے دیں۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! یہ بہت اہم معاملہ ہے، دو بچوں کی موت واقع ہوئی ہے۔ ترقیاتی ممالک میں تو چھوٹے چھوٹے واقعات پر بھی بڑے بڑے کام کئے جاتے ہیں۔ اس واقعے میں دو بچوں کی اموات واقع ہوئی ہیں۔ وہ چار ہسپتالوں میں ویکسین کی خاطر گیا لیکن اسے ویکسین نہیں ملی۔ آپ یہاں پر محکمہ صحت کو حکم دیں کہ وہ اس بارے میں انکوائری کریں کہ آیا وہ شخص واقعی نارووال ہسپتال، میو اور جنرل ہسپتال میں گیا ہے اور اسے ویکسین نہیں ملی۔ اس کی پوری رپورٹ ایوان میں پیش کی جائے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! وزیر صاحب نے بھی انکوائری کروانے کا کہا ہے۔

چودھری خضر الیاس ورک: جناب سپیکر! اس ہاؤس کی ایک انکوائری کمیٹی بنا دیں جو ان بچوں کے والدین سے ملے اور اصل حقائق معلوم کرے۔ اگر ہماری عوام کو، غریب لوگوں کے بچوں کو ویکسین بھی نہیں ملنی تو پھر ہمارے یہاں بیٹھنے کا کیا فائدہ ہے؟

جناب سپیکر: وزیر صحت صاحب آپ اس بارے میں مکمل انکوائری کروائیں۔

وزیر صحت: جی، بہتر ہے۔ میں اس بارے میں انکوائری کے آرڈر جاری کر دیتا ہوں اور اگر اس ایم ایس نے غلط بیانی کی ہو گی تو میں یقین دہانی کرواتا ہوں کہ اس ایم ایس کو suspend کیا جائے گا۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میری آپ کی وساطت سے وزیر صحت صاحب سے یہ گزارش ہے کہ سانپ کے کاٹنے کی ویکسین ضلعی ہسپتال کے علاوہ رورل ہیلتھ سنٹرز تک بھی مہیا کر دی جائے تو بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب میں نے پہلے ہی وزیر صحت کو اس بارے میں کہہ دیا ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: اگر یہ پورے پنجاب کے RHCs میں مہیا کر دی جائے تو بہت بہتر ہو گا۔ اگر یہ RHC اور BHU تک ویکسین دستیاب ہو جائے گی تو بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔

It should not be confined to the District Headquarter Hospitals. اس کو صرف ضلعی ہسپتالوں تک محدود نہ رکھیں۔

جناب سپیکر: رورل ایریاز میں، دور دراز علاقوں میں جو ہسپتال ہیں وہ صرف دو ہی categories کے ہیں۔ ایک رورل ہیلتھ سنٹرز اور دوسرے BHUs ہیں۔ میں نے وزیر

صاحب سے گزارش کی ہے کہ ان تک یہ ویکسین مہیا کئے جانے کو یقینی بنائیں۔

رانا آفتاب احمد خان: بہت مہربانی۔

جناب سپیکر: جی، ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! حاجی محمد اعجاز صاحب نے سی۔ ٹی سکین مشین کے بارے میں جو سوال کیا ہے میں اس حوالے سے بات کروں گا۔ آج سے ایک سال پہلے علامہ اقبال میموریل ہسپتال، سیالکوٹ میں ایک dialysis مشین کسی نے donate کر کے وہاں پر لگائی تھی۔ dialysis اتنا مشکل اور مہنگا سلسلہ ہے کہ کوئی غریب آدمی اسے afford نہیں کر سکتا۔ میں نے ایک سال پہلے یہ سوال floor پر اٹھایا تھا۔ میں نے وزیر صحت اور اجمل چیمہ صاحب سے بھی indirectly گزارش کی تھی کہ یہ مشین جان بوجھ کر خراب کر دی گئی ہے اسے ٹھیک کروایا جائے لیکن یہ مشین اب تک خراب پڑی ہے۔ جنھوں نے یہ مشین وہاں پر donate کی تھی وہ اسے دوبارہ ٹھیک کروا کر لگوانا چاہتے ہیں۔ چند روز پہلے میں اس سلسلے میں سپیشل سیکرٹری صحت شمائل خواجہ کے پاس گیا۔ انھوں نے میری موجودگی میں ایم ایس کو فون کیا کہ آپ ساگا سپورٹس والوں اور ارشد بگو صاحب سے رابطہ کر کے یہ مشین ٹھیک کروائیں۔ اس بات کو بھی دو ماہ ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک کچھ نہیں ہوا۔ یہ مشین وہاں پر دو سال سے خراب پڑی ہے لیکن اسے ٹھیک نہیں کروایا گیا۔ اگر کوئی چھوٹا موٹا مسئلہ ہو تو سیالکوٹ میں لوگ خود donate کر دیتے ہیں۔ وہاں لوگوں کے اندر یہ جذبہ موجود ہے۔ میری وزیر صحت صاحب سے آپ کی وساطت سے یہ درخواست ہے کہ دو سال پہلے جو انھوں نے اور اجمل چیمہ صاحب نے یقین دہانی کروائی تھی وہ کب تک اس پر عملدرآمد کروائیں گے، کب تک وہ مشین ٹھیک کروا کر وہاں کے لوگوں کو یہ سہولت مہیا کریں گے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! مجھے اس بارے میں تھوڑا investigate کرنا پڑے گا کہ وہ مشین کیوں ٹھیک نہیں ہوئی۔ اگر اجمل چیمہ صاحب نے اس وقت commitment دی تھی تو یہ بھی چیک کر لیں گے۔

جناب سپیکر: اگر واقعتاً وہ مشین خراب ہے تو کب تک اسے ٹھیک کروا لیا جائے گا؟

وزیر صحت: جناب سپیکر! اگر یہ مشین اب تک خراب ہے تو میں انھیں آرڈر کرتا ہوں کہ اس کا estimate ٹھیک کروائیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ چودھری اصغر علی گجر صاحب!

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ سی۔ٹی سکین مشین بڑے بڑے ہسپتالوں کے اندر تو موجود ہے۔ کیا حکومت پنجاب کا یہ منصوبہ ہے کہ یہ مشین ضلعی ہیڈ کوارٹرز ہسپتالوں تک مہیا کی جائے تاکہ وہاں پر بھی لوگوں کو یہ سہولت میسر آ سکے۔ میری گزارش ہے کہ ہر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں ایک سی۔ٹی سکین مشین ہونی چاہیئے۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! ہاں ہماری گورنمنٹ کا یہ منصوبہ ہے۔ 35 اضلاع ہیں اور بہت سارے اضلاع میں یہ مشین جا چکی ہے۔ فیز وار ہم تمام اضلاع میں سی۔ٹی سکین مشین مہیا کریں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، حاجی صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! انھوں نے اپنے جواب میں فرمایا ہے کہ ہم نے Toshiba کی نئی مشین جناح ہسپتال میں لگوائی ہے۔ جناب اس کی قیمت کیا ہے اور اس کی گارنٹی کتنی ہے؟

وزیر صحت: جناب والا! میں اس وقت تو اندازے سے ہی جواب دے سکتا ہوں یہ تقریباً ساڑھے پانچ کروڑ روپے کی مشین ہے۔

حاجی محمد اعجاز: اس کی گارنٹی کتنی ہے؟ ساڑھے پانچ کروڑ روپے دے دیئے، بے شک یہ مشین دوسرے دن خراب ہو جائے۔ جناب ہر چیز کی کوئی نہ کوئی گارنٹی بھی ہوتی ہے۔ اس مشین کی کیا گارنٹی ہے؟

وزیر صحت: جی، ہاں اس مشین کی warranty ہوتی ہے۔ last time ہم نے جو آلات خریدے تھے ان پر ہم نے سات سال کی warranty حاصل کی تھی۔ اسی طرح down time بھی ہوتا ہے کہ اگر مشین ایک مہینہ بند رہتی ہے تو وہ warranty ایک مہینہ extend ہو جاتی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! گارنٹی نہیں ہوتی بلکہ warranty ہوتی ہے۔ انھیں اتنا بھی پتا نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اچھا جی، شکریہ۔ اگلا سوال حاجی محمد اعجاز صاحب کا ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! سوال نمبر 3536۔ جناب والا! اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور کے سرکاری ہسپتالوں میں M.R.I ٹیسٹ کی سہولت کی دستیابی

*3536 حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبائی دارالحکومت لاہور کے کسی بھی سرکاری ہسپتال میں آنے والے مریضوں کے لئے M.R.I ٹیسٹ کروانا پڑتا ہے جو عام آدمی کی دسترس سے باہر ہے؟

(ب) اگر جز بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت لاہور کے کسی بھی بڑے سرکاری ہسپتال میں مریضوں کی سہولت کے پیش نظر M.R.I ٹیسٹ کی مشین نصب کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر صحت:

(الف) یہ درست نہیں ہے کہ صوبائی دارالحکومت (لاہور) کے کسی بھی سرکاری ہسپتال میں آنے والے مریضوں کے لئے M.R.I ٹیسٹ کی سہولت دستیاب نہ ہے بلکہ چلڈرن ہسپتال، لاہور میں 1999 سے M.R.I کی مشین نصب ہے اور مریضوں کو M.R.I test کی سہولت میسر ہے۔

(ب) چونکہ چلڈرن ہسپتال لاہور اور جنرل ہسپتال لاہور میں یہ سہولت موجود ہے اس لئے مزید ہسپتالوں میں M.R.I لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! M.R.I مشین لاہور کے صرف دو ہسپتالوں میں ہے۔ لاہور کی آبادی اس وقت تقریباً ایک کروڑ کے قریب ہے۔ کیا حکومت دوسرے ہسپتالوں میں بھی M.R.I کی مشین لگانے کا ارادہ رکھتے ہیں اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں، دوسرا جو لوگ M.R.I test کروانے جاتے ہیں ان سے کتنی فیس وصول کی جاتی ہے؟

وزیر صحت: جناب سپیکر! جب ہماری حکومت آئی تو اس وقت لاہور میں صرف ایک M.R.I مشین تھی جبکہ پورے پنجاب میں صرف دو مشینیں تھیں۔ ایک مشین چلڈرن ہسپتال لاہور اور

دوسری راولپنڈی میں تھی جو کہ تین سال سے خراب چلی آرہی تھی۔ ہم نے فوری طور پر، 2004 میں جنرل ہسپتال لاہور میں آٹھ کروڑ روپے کی مشین مہیا کی۔ یہ مشین وزیر اعلیٰ صاحب نے خرید کر دی۔ اس کے علاوہ بہاولپور میڈیکل کالج میں ایک مشین لگ چکی ہے۔ نومبر 2006 یعنی اگلے مہینے سے وہ بھی functional ہو جائے گی۔ کل یا پرسوں نشتر میڈیکل کالج کے لئے ایک نئی مشین کے لئے ٹینڈر issue ہو رہے ہیں۔ فیصل آباد کے لئے نئی مشین خریدنے کے لئے PC-I تیار ہے۔ یہ کل چھ M.R.I کی مشینیں بنتی ہے اور ایک مشین تقریباً آٹھ سے دس کروڑ روپے مالیت کی ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میرا دوسرا سوال یہ تھا کہ جو لوگ M.R.I ٹیسٹ کروانے کے لئے جاتے ہیں ان سے کتنی فیس لی جاتی ہے اور کیا جو مستحق مریض ہیں ان کا علاج مفت کیا جاتا ہے؟

وزیر صحت: جناب سپیکر! معمولی فیس لی جاتی ہے۔ مارکیٹ میں M.R.I کے لئے دس بارہ ہزار روپے لئے جاتے ہیں جبکہ ہم ایک مریض سے صرف 1500 روپے لیتے ہیں اور اگر کوئی غریب مریض ہو تو اس کا M.R.I مفت کیا جاتا ہے، اس کی فیس معاف کر دی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کا ہے۔

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب فرمائیے!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! چونکہ صحت کے حوالے سے سوالات چل رہے ہیں تو اسی سے متعلق میں ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔ صوبہ بھر کے ٹیچنگ ہسپتالوں میں جو ڈاکٹرز ہیں انھیں ابھی تک وزیر اعلیٰ صاحب کی واضح directions کے باوجود regularize نہیں کیا جا رہا جس کی وجہ سے ان میں بڑی تشویش پائی جاتی ہے۔ بے شمار ڈاکٹرز نے آ کر ہمیں بھی visit کیا ہے، انھوں نے ایک آرڈر بھی دکھایا ہے، کوئی سمری بھی پیش کی ہے کہ جی چونکہ پنجاب کا ہاؤس چل رہا ہے اور کل وقفہ سوالات میں وزیر صحت صاحب جواب دیں گے۔ تو میں آپ کی وساطت سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مہربانی فرما کر اس بات کا جواب دے دیں کہ ان کو کب تک regularize کر دیا جائے گا یا انھوں نے کیا پالیسی adopt کی ہوئی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت! آپ اس کا جواب دینا چاہیں گے؟

وزیر صحت: جناب سپیکر! last time بھی اس پر بحث ہوئی تھی اور میرا point of view بڑا واضح تھا اور وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی اعلان کیا تھا۔۔۔

جناب سپیکر: ان کے کہنے کے مطابق وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی اعلان کر دیا ہوا ہے اس لئے اب اس میں تاخیر تو نہیں ہونی چاہئے۔

وزیر صحت: جناب والا! اس پر working ہو رہی ہے۔ کچھ سنیارٹی کے issues ہیں۔ ریگولر ڈاکٹرز کہہ رہے ہیں کہ ہماری سنیارٹی affect ہو رہی ہے۔ وہ تمام issues consider کئے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ اس معاملے کو ذرا expedite کروالیں۔

وزیر صحت: جی، درست ہے۔ میں اس کو expedite کروالیتا ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جناب ڈاکٹر وسیم اختر صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! بات ہو گئی ہے اور انھوں نے سن لی ہے۔ جی، ڈاکٹر وسیم صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ابھی جو کنٹریکٹ ٹیچنگ ڈاکٹرز کی regulation کی بات اٹھائی گئی ہے۔ آج سے ڈیڑھ سال پہلے جناب وزیر اعلیٰ نے کسی function میں اس کا اعلان کیا تھا اور بجٹ اجلاس کے موقع پر وزیر صحت صاحب نے کھڑے ہو کر وزیر اعلیٰ صاحب کی بڑی تحسین کی اور یقیناً ہم بھی کرتے ہیں کہ ڈاکٹرز کو regularize کر دیا جائے تاکہ job security ہو جائے اور وہ آگے صحیح طریقے سے goods deliver کر سکیں لیکن ایک عرصے سے یہ معاملہ اسی طرح pending چلا آ رہا ہے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! یہ بات ہو گئی ہے۔ اب آپ اصل سوال کی طرف آئیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! direction تو دے دی گئی ہے لیکن یہ time-limit کر دیں کہ کب تک اس کا فیصلہ ہو جائے گا ورنہ تو یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہے گا۔

جناب سپیکر: جناب ملک محمد اقبال چنڑ صاحب! آپ اپنے سوال کا نمبر پکاریں۔

ملک محمد اقبال چنڑ: سوال نمبر 3672 میری درخواست ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

میو ہسپتال لاہور، 2001 سے آج تک ہونے والی بھرتی کی تفصیل

*3672 **ملک محمد اقبال چنڑ:** کیا وزیر صحت ازراہ نوازش فرمائیں گے کہ:

(الف) یکم جنوری 2001 سے آج تک میو ہسپتال لاہور میں کتنے ملازمین کو بھرتی کیا گیا ہے ان کے نام، ولدیت، تعلیمی قابلیت، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا ان افراد کی بھرتی سے قبل اخبارات میں اشتہار دیا گیا تھا تو ان کی نقل مع اخبار کا نام اور تاریخ بیان فرمائیں۔

(ج) کیا ان افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا ہے تو میرٹ لسٹ نیز میرٹ بنانے کے طریق کار کی تفصیل فراہم کی جائے۔

(د) کیا مذکورہ بھرتی کے وقت کوئی کمیٹی تشکیل دی گئی تھی تو اس کمیٹی میں شامل ممبران کے نام، عہدہ، گریڈ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ہ) کیا ان میں سے کسی کو رولز میں نرمی کر کے بھی بھرتی کیا گیا تو ان کے نام، عہدہ، گریڈ اور دیگر تفصیل الگ دی جائے؟

وزیر صحت:

(الف) یکم جنوری 2001 سے آج تک میو ہسپتال میں 232 (نان گزیٹڈ) ملازمین کنٹریکٹ پر بھرتی کئے گئے ہیں، جن کی تفصیل (Annexure I) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ان افراد کو بھرتی کرنے سے قبل اخبار میں اشتہار روزنامہ "ایکسپریس" مورخہ 20-12-02 کو دیا گیا تھا۔ نقل (Annexure-2) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ان افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا تھا۔ میرٹ لسٹ اور میرٹ بنانے کا طریق کار (Annexure-3-4) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(د) بھرتی کے وقت کمیٹی تشکیل دی گئی تھی اس کمیٹی میں مندرجہ ذیل ممبران شامل تھے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

(i) ڈاکٹر عبدالحمید ایڈیشنل ایم ایس (ایڈمن) میو ہسپتال لاہور (چیئرمین) جو اس وقت پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں بطور اے ایم ایس کام کر رہا ہے۔

(ii) مسماۃ شرف سلطانہ ڈپٹی چیف نرسنگ سپرنٹنڈنٹ میو ہسپتال لاہور (ممبر) جو اس وقت میو ہسپتال میں کام کر رہی ہے۔

(iii) ڈاکٹر ظہیر الحسن میر ڈی ایم ایس (ایڈمن) میو ہسپتال لاہور (ممبر) جو اس وقت میو ہسپتال لاہور میں کام کر رہا ہے۔

(iv) میجر ریٹائرڈ ایس اے متین چیف سیکورٹی آفیسر کے ای ایم سی / الائیڈز ہسپتالز (ممبر) جو اس وقت اسی ادارہ میں کام کر رہا ہے۔

(ہ) ان میں سے کسی کو رولز میں نرمی کر کے بھرتی نہیں کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب والا! انھوں نے جواب کے جز (د) میں کہا ہے کہ بھرتی کے لئے جو کمیٹی تشکیل دی گئی تھی اس میں ایڈیشنل ایم ایس کمیٹی کا چیئرمین بنایا گیا تھا۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ چیئرمین کس نے بنایا تھا اور حکومت کی طرف سے جاری کردہ direction کے مطابق کس سکیل کے افسر کو کمیٹی کا چیئرمین بنایا جا سکتا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! اس وقت Institutional Management Committees ہوتی تھیں اور انسٹیٹیوشن کے پرنسپل ایگزیکٹو آفیسر اور چیف ایگزیکٹو آفیسر ہوتے تھے۔ اس وقت ان institutions کو autonomy دے چکے تھے اور انھوں نے اپنے سسٹم کے تحت مختلف گریڈز کے لئے کمیٹیز بنائی ہوئی تھیں۔ جونیئر گریڈ کے لئے ایڈیشنل ایم ایس کمیٹی کا سربراہ ہوتا تھا۔ سینئر گریڈ جن میں ڈاکٹرز ہیں اس کمیٹی کا سربراہ پرنسپل ہوتا تھا۔ گیارہ سے سترہ گریڈ تک کے لئے کمیٹی کا سربراہ ایم ایس ہوتا تھا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔

جناب علی حسن رضا قاضی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

جناب علی حسن رضا قاضی: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ

حکومت پنجاب نے میڈیکل کالجوں میں پسماندہ علاقوں کی نشستوں میں اضافہ کر دیا ہے لیکن ہمارا ضلع جھنگ جو کہ ابھی تک پسماندہ ہے حتیٰ کہ ریونیو کے کاغذات میں بھی پسماندہ ہے اس کا میڈیکل کالجز میں جو کوٹا مختص تھا وہ بھی ختم کر دیا گیا ہے۔ جبکہ دوسرے اضلاع کا کوٹا بڑھا دیا گیا لیکن جھنگ اور میانوالی اضلاع کا کوٹا ختم کر دیا گیا حالانکہ وہ پسماندہ اضلاع میں آتے ہیں۔ لہذا میں وزیر موصوف سے یہ سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ جھنگ اور میانوالی سے یہ سپیشل سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟

جناب سپیکر: قاضی صاحب! آپ باضابطہ سوال کریں۔ جیسے آپ کر رہے ہیں یہ سوال کرنے کا طریقہ نہیں ہے۔

جناب علی حسن رضا قاضی: جناب والا! چونکہ صحت کے متعلق سوالات ہو رہے تھے اس لئے میں نے سوال پوچھا ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال جناب محمد وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 4074 ہے اور میری درخواست ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

موضع خودپور، لاہور کے نو تعمیر شدہ ہسپتال کے مسائل

*4074 **جناب محمد وقاص:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور کے علاقہ چوھنگ اور متصل دیہات خودپور میں لاکھوں روپے سے تعمیر ہونے والا ہسپتال، استعمال سے پہلے ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ ہسپتال میں مقامی زمینداروں نے جانور باندھ رکھے ہیں؟

وزیر صحت

(الف) مذکورہ ہسپتال کی عمارت کی تعمیر سابقہ ضلع کونسل کے دور میں شاملات دیہہ پر شروع کی گئی تھی جو کہ ضلع کونسل کے ڈسٹرکٹ آفیسر ہیلتھ III سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ عمارت محکمہ صحت کے حوالے نہ کی گئی اور نہ ہی وہاں کوئی ہسپتال بنا ہے۔ تحقیق کرنے

سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ P.R.S.P کے ماتحت ایک ڈسپنسری سکول کی عمارت میں قائم کی گئی ہے۔

(ب) درست نہ ہے۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب محمد وقاص: جناب والا! میں نے پوچھا تھا اور انھوں نے اپنے جواب میں تسلیم کیا ہے کہ اس علاقے میں ڈسٹرکٹ گورنمنٹ نے ایک ہسپتال بنایا لیکن اسے محکمہ صحت کے حوالے نہیں کیا گیا۔ اب صورتحال یہ ہے کہ اب وہ ایک کھنڈر کی شکل اختیار کر چکا ہے اور ہماری اطلاع کے مطابق لوگوں نے وہاں پر اپنے جانور باندھ رکھے ہیں حالانکہ انھوں نے یہ بات مانی نہیں ہے۔ جب یہ خود مانتے ہیں کہ یہ عمارت بنی تھی لیکن محکمہ صحت کے hand over نہیں ہوئی۔ تو میں یہ سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا حکومت یہ ارادہ رکھتی ہے کہ جو ہسپتال کروڑوں روپے کی لاگت سے بنا ہے اسے محکمہ صحت کے hand over کر کے قابل استعمال بنائے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! یہ محکمہ صحت کی عمارت ہے اور نہ ہی ہسپتال ہے۔ یہ ڈسٹرکٹ کونسل نے شاملات دیہہ کی جگہ پر اپنی مرضی سے یونٹ بنایا۔ محکمہ صحت کو اس کی possession دی گئی اور نہ ہی محکمہ صحت نے acquire کی۔ یہ تو purely ڈسٹرکٹ کونسل کا فیصلہ تھا اور اس طرح کی بہت ساری ڈسپنسریاں بنائی گئی تھیں۔ ابھی وہاں پر پنجاب رورل سپورٹ پروگرام کے تحت کوئی ڈسپنسری functional ہے۔ but it is not the property of Health Department.

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ جی، وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک چیز تو موجود ہے اور یہ خود مان رہے ہیں کہ ڈسٹرکٹ گورنمنٹ نے یہ ہسپتال کے لئے ہی بنائی تھی لیکن انھیں hand over نہیں کی گئی کیا اب اسے ضائع کر دیا جائے؟

جناب سپیکر: ڈسٹرکٹ کونسل تو ایک independent ادارہ ہے۔ ادھر بھی معزز اراکین ضلع کونسل تشریف رکھتے ہیں۔ وہ اس ادارے میں یہ سوال put کر سکتے ہیں۔ اگلا سوال جناب ملک محمد اقبال چنڑ صاحب!

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب والا! سوال نمبر 4173 ہے اور اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کر لیا جائے۔
جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور و میڈیکل کالج بہاولپور میں منظور شدہ و خالی اسامیوں، فنڈز اور مشینری کی تفصیلات

*4173 **ملک محمد اقبال چنڑ:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔
(الف) وکٹوریہ ہسپتال بہاول پور اور میڈیکل کالج بہاول پور میں منظور شدہ ڈاکٹروں کی اسامیاں اور خالی اسامیوں کی تفصیل، عہدہ اور گریڈ وائز فراہم کی جائے؟
(ب) سال 2000 سے آج تک اس ہسپتال اور میڈیکل کالج کو فراہم کردہ گرانٹ اور ادویات کی تفصیل سال وار فراہم کی جائے؟
(ج) مذکورہ عرصہ کے دوران اس ہسپتال اور میڈیکل کالج کو فراہم کردہ طبی آلات اور طبی مشینوں کی تفصیل فراہم کی جائے؟
(د) اس وقت اس ہسپتال اور میڈیکل کالج کی خراب مشینری کی تفصیل فراہم کی جائے؟
(ہ) کیا حکومت اس ہسپتال اور میڈیکل کالج کی خراب مشینری جلد از جلد درست کروانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:
(الف) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔(Annex-A)
(ب) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔(Annex-B)
(ج) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔(Annex-C)
(د) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔(Annex-D)
(ہ) قائد اعظم میڈیکل کالج / بی۔وی ہسپتال خود مختار میڈیکل ادارہ ہے۔ پنجاب میڈیکل اینڈ ہیلتھ انسٹیٹیوشن قوانین 2003 کے تحت پرنسپل اور بورڈ آف مینجمنٹ کو خراب مشینری کی مرمت کے لئے مکمل اختیار حاصل ہے اور پرنسپل قائد اعظم میڈیکل کالج نے خراب مشینری اور آلات کی مرمت کے لئے ضروری کارروائی شروع کی ہوئی ہے۔ اور اس کے لئے تمام قانونی تقاضے پورے کئے جا رہے ہیں۔اس کی تفصیل ایوان کی میز

پر رکھ دی گئی ہے۔(Annex-D)

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب والا! انھوں نے اپنے جواب میں خود فرمایا ہے کہ بی۔ وی ہسپتال میں42پوسٹیں خالی پڑی ہیں اور اسی طرح ٹیچنگ کالج میں پروفیسر کی 17 سیٹیں خالی پڑی ہیں۔ 15پوسٹیں ایسوسی ایٹ پروفیسر ،33پوسٹیں اسسٹنٹ پروفیسرز کی اور 12 پوسٹیں ڈیمانسٹریٹرز کی خالی پڑی ہیں۔اس طرح ٹیچنگ کالج میں 77پوسٹیں خالی پڑی ہیں۔کیا حکومت ان کوfillکرنے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: جی،وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! ان اسامیوں کوadvertiseکیا ہے اور لوگ انٹرویو کے لئے بھی آ رہے ہیں اس لئے اب یہ صورتحال تبدیل ہو چکی ہے۔بلکہ وزیر اعلیٰ صاحب نے میڈیکل ایجوکیشن کے حوالے سے فیصلہ کیا تھا کہ وہ میڈیکل کالجز جہاں پر ڈاکٹرز جانے کے لئے تیار نہیں ہیں وہاں پر ان اداروں کو اختیار دیا گیا کہ وہ بے شک ان ڈاکٹرز کو اضافی الاؤنس دیں۔رحیم یار خان میڈیکل کالج نے وہ exampleاختیار کرتے ہوئے ڈاکٹرز کو60/70ہزار روپے اضافی دیئے ہیں اور وہاں پر فیکلٹی کی پوزیشن fillہو چکی ہے۔ہم نے اسی طرح کی optionبورڈ آف مینجمنٹ بہاولپور کو بھی دے دی ہے کہ وہ اگر اپنی مرضی وسائل سے ڈاکٹرز کو اضافی فنڈز بطور الاؤنس دینا چاہیں تو اس سے یہ سیٹیں fillہو جائیں گی۔

جناب سپیکر: شکریہ

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر!

جناب سپیکر: جناب صدیقی صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! پچھلے سال بھی یہی سوال آیا تھا اس وقت بھی اساتذہ کی اسامیوں کی یہی پوزیشن تھی۔جیسا کہ چنڑ صاحب نے فرمایا ہے آپ دیکھیں کہ میڈیکل کالج میں وہ اساتذہ جو ڈاکٹروں کو پڑھاتے ہیں اور ایک ڈاکٹر بنانے پر گورنمنٹ کا لاکھوں روپے خرچ ہوتا ہے۔وہاں اساتذہ کی پوزیشن یہ ہے کہ 101پوسٹیں منظور شدہ ہیں جن میں سے 67 خالی ہیں اور 34پوسٹیں fillہیں۔

جناب والا! جہاں پڑھانے والے اساتذہ جنھوں نے ڈاکٹر بنانا ہے جن پر حکومت اپنا کثیر سرمایہ خرچ کر رہی ہے اگر وہاں صورتحال یہ ہو گی کہ 100 پوسٹوں میں سے 67 خالی ہوں گی اور وہاں پر صرف 34 اساتذہ موجود ہوں گے تو کیا ہم وہاں پر اچھے طالب علم اور اچھے ڈاکٹرز پیدا کر سکتے ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ حکومت کب تک ان اسامیوں کو fill کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں ڈاکٹر جاوید صدیقی صاحب کی معلومات کے لئے عرض کروں کہ پاکستان میڈیکل ڈینٹل کونسل ادارہ موجود ہے جو میڈیکل کالجز کو recognize کرتا ہے۔ وہ اس بنیاد پر ہوتا ہے کہ teacher to student ratio کیا ہے۔ اگر ان کی بات درست ہوتی تو آج قائداعظم میڈیکل کالج de-register ہو چکا ہوتا۔ ایسی صورت نہیں ہے Quaid-e-Azam Medical College is a registered medical institution باقاعدہ PMDC اسے inspect کرتی ہے اور student to teacher ratio کی minimum requirement وہ کالج سو فیصد meet کرتا ہے۔ ہم نے یہ صورتحال inherit کی ہے۔ ابھی میری ایک بہن نے کہا ہے کہ سرگودھا میں میڈیکل کالج بنا دیا جائے اور باقی اضلاع بھی چاہتے ہیں this is a real issue کہ کئی پسماندہ علاقوں میں میڈیکل ٹیچرز جانے کے لئے تیار نہیں ہیں لیکن ہم نے اسے incentives کرنے کے لئے بورڈ آف مینجمنٹ کو تحریری اجازت دی ہے کہ وہ ان کو اضافی تنخواہ دے کر attract کریں تاکہ لاہور، فیصل آباد اور ملتان کے لوگ وہاں چلے جائیں۔ ان کی faculty positions fill ہو رہی ہیں اور اب پہلے سے بہت بہتر صورتحال ہے اور تبھی PMDC نے اسے recognize اور رجسٹر کیا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، ڈاکٹر اسد اشرف صاحب!

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب والا! انسٹیٹیوشن قوانین 2003 کے تحت بورڈ آف مینجمنٹ کو تمام اختیارات حاصل ہیں کہ اگر کوئی مشینری خراب ہو جائے یا سٹاف کی کمی کے لئے کسی تقرری کی ضرورت ہو تو اس کو تمام اختیارات حاصل ہیں۔ یہ جو ساری خرابیوں کا یہاں پر ذکر ہو رہا ہے کہ وہ مشینری ٹھیک ہے یا نہیں ہے۔ یہ اگر باقاعدگی سے اپنی meetings کریں اور محکمے کی رپورٹوں پر believe کریں تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ابھی انہوں نے یہاں پر کہا ہے کہ ریکارڈ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ anti snake venom دی گئی ہے۔ وزیر موصوف خود بڑے ماہر ڈاکٹر ہیں میں حیران

ہوں کہ انہوں نے یہ کیسے سوچ لیا کہ اگر ایک مریض کو anti snake venom دی گئی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہوا؟

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اگر بورڈ آف مینجمنٹ جو 2003 سے بنایا گیا ہے اپنی regular meetings کرتا ہے تو اس بورڈ کو ہر تین ماہ بعد باقاعدگی سے محکمہ صحت کو رپورٹیں بھیجنی چاہئیں کہ کیا کیا مسائل تھے اور اس پر کیا فیصلے ہوئے ہیں۔ اگر وہ یہ رپورٹ نہیں بھیجتے تو محکمہ صحت ان کے خلاف کیا کارروائی کرے گا؟ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ باقاعدگی سے اپنی meetings کیا کریں اور اس کی رپورٹ محکمہ صحت کو بھیجیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: اس میں جناب یہ ہے کہ بورڈ کی جتنی بھی meetings ہوتی ہیں اس میں محکمہ صحت کا ایک ایڈیشنل سیکرٹری لیول کا آفیسر موجود ہوتا ہے۔ لہذا وہاں محکمہ صحت کا نمائندہ موجود ہوتا ہے اور اس کے minutes بھی تیار کئے جاتے ہیں اور circulate ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ 2003 میں جب یہ میڈیکل بورڈ بنا تو اس وقت ہی یہ فیصلہ کیا گیا کہ سالانہ رپورٹ اسمبلی میں بھی پیش کی جائے جو کہ پیش بھی کی جاتی ہے۔ جناب محمد اقبال چنڑ صاحب نے خراب equipments کا point raise کیا تھا تو پرسوں جب محکمہ صحت میں discussion ہوئی تو انہی کے پوائنٹ کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا گیا اور اب میں نے اس سلسلے میں اپنے محکمے میں یہ آرڈر جاری کئے ہیں کہ ہر چودہ دن بعد تمام پنجاب کے جو بڑے ہسپتال ہیں ان کے جتنے بھی equipments ہیں جیسے سی ٹی سکین، ڈائلیسز مشین، انجیوپلاسٹی اور اس قسم کی جو بڑی مشینیں ہیں اس کے متعلق رپورٹ مجھے خود ملا کرے گی۔ کوئی مشین اگر خراب ہو گی تو اس کی وجہ بھی بتائی جائے گی۔ اس کی رپورٹ ہر چودہ دن بعد مجھے پیش کی جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ قائداعظم میڈیکل کالج کے اندر جو vacancies position ہے اور جو vacant posts ہیں وہ بھی اس میں لکھی ہوئی ہیں لیکن اس کے بعد کچھ نئی induction ہوئی۔ اس کا طریق کار یہ ہے کہ میڈیکل کالج کے بورڈ آف مینجمنٹ کی طرف سے اشتہار گیا اور ان اسامیوں پر تین سال کے لئے selection ہوئی۔ سلیکشن

وہاں پر ہوئی ہے لیکن آرڈر ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ لاہور سے جاری ہوئے اور انہوں نے صرف چھ مہینے کے آرڈر کئے۔اب وہ ڈاکٹر جو اسسٹنٹ پروفیسر لگے تھے ان کا tenure دو اکتوبر کو ختم ہو گیا ہے۔9۔ ستمبر کو پرنسپل قائد اعظم میڈیکل کالج نے recommend کر کے بھیج دیا کہ ان کے contract میں اضافہ کر دیا جائے لیکن یہاں ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں فائل پڑی رہتی ہے۔میں نے پوائنٹ آؤٹ کیا اور اس فائل کو نکلوایا انہوں نے فرمایا کہ پرنسپل کی طرف سے recommendations تو آ گئی ہیں لیکن ہر ڈاکٹر کی performance report علیحدہ سے بھیجی جائے۔حالانکہ پرنسپل نے recommend کیا ہوا ہے کہ وہ ان کی performance سے مطمئن ہیں لیکن اب وہ فرما رہے کہ ہر ڈاکٹر کی علیحدہ رپورٹ بھجوائی جائے کیونکہ یہ بھی mandatory ہے۔وہ بھی اب منگوا کر دے دی ہے۔میں ان سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ جو خواہ مخواہ کی bottleneck ہیں وہ ان کو دور کریں اور اگر extension دینی ہے تو پھر بورڈ آف مینجمنٹ وہاں پر موجود ہے وہ ان کی performance دیکھے اور اسی end پر ان کو extend کر دے۔لاہور میں تو بے شمار کام ہوتے ہیں۔میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وزیر موصوف اپنے محکمے کو ہدایت کرنے کے لئے تیار ہیں کہ اس طرح کے extension کے جو معاملات ہیں وہ کالج کے پرنسل کی سطح پر، بورڈ آف مینجمنٹ کی سطح پر حل ہو جائیں اور ہر معاملہ یہاں ہیلتھ سیکرٹریٹ میں فیصلے کے لئے نہ آئے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! جو بورڈ ہے اس کے پاس وہی کلاس ون پاورز ہیں جو سیکرٹری ہیلتھ کے پاس ہوتی ہیں۔اس کے پاس administrative اور financial دونوں پاورز موجود ہیں۔جہاں تک ڈاکٹروں کی اسامیوں کے لئے اشتہار اور recruitment کا معاملہ ہے یہ process تمام ٹیچنگ ہسپتال independently کرتے ہیں لیکن چونکہ ان پر سول سرونٹس کے رولز لاگو ہوتے ہیں اور ملازمین اپنے تحفظ کے لئے یہ رولز چاہتے ہیں اس لئے اس سلسلے میں جو نوٹیفکیشن یا آرڈرز ہوتا ہے وہ محکمہ صحت کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔کوئی اِکا دُکا کیسز ایسے ہوں گے جہاں پر کوئی delay ہوتی ہے لیکن عام طور پر پرنسپل ہی تمام معاملات میں خود مختار ہیں اور پرنسپل خود ہی اس کو follow کرتے ہیں۔99 فیصد procedure بورڈ آف مینجمنٹ ہی کرتا ہے محض جو فائنل نوٹس ہے وہ محکمہ صحت کی طرف سے جاری ہوتا ہے تاہم ہم اس کو مزید بہتر انداز میں expedite

کرنے کی کوشش بھی کرنے کے لئے تیار ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔اگلا سوال محترمہ ثمینہ نوید صاحبہ!

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): سوال نمبر 4615۔

ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز ہسپتال بہاولنگر میں سہولیات کی فراہمی

*4615 **محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ):** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز ہسپتال بہاولنگر میں پینے کا پانی ضرورت سے کم ہے اور ضرورت کے مطابق واٹر کولر بھی میسر نہ ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ ہسپتال میں فرسٹ ایڈ کی سہولت بھی نہ ہے؟

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ ہسپتال میں مندرجہ بالا سہولیات فراہم کرنے کو تیار ہے تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال بہاولنگر میں مریضوں اور لواحقین کے لئے پانی اور ٹھنڈے پانی کے واٹر کولرز مناسب تعداد میں موجود ہیں۔

(ب) یہ درست نہ ہے کہ ہسپتال ہذا میں فرسٹ ایڈ کی سہولت نہ ہے۔ہسپتال میں ایک مکمل ایمرجنسی ڈیپارٹمنٹ موجود ہے جس میں 24 گھنٹے ڈاکٹر مع عملہ موجود ہوتے ہیں، اس کے علاوہ ہر شعبہ کا سپیشلسٹ ضرورت پڑنے پر فوری دستیاب ہوتا ہے۔ ہسپتال ہذا میں تمام قسم کے جنرل اپریشن، گائنی کے اپریشن، ناک کان گلے کے اپریشن اور آنکھوں کے اپریشن کی سہولت موجود ہے اس کے علاوہ فزیشن ماہر امراض دل، ماہر امراض بچگان، ٹی۔بی چسٹ سپیشلسٹ متعلقہ مریضوں کو چیک کرنے کے لئے 24 گھنٹے ان کال ہوتے ہیں۔

(ج) متذکرہ بالا سہولیات ہسپتال ہذا میں پہلے سے موجود ہیں۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب والا! میرا اس پر ضمنی سوال تو کوئی نہیں لیکن انہوں نے جو جز (الف) کا جواب دیا ہوا ہے کہ ڈسٹرکٹ بہاولنگر میں جو ہسپتال ہے وہاں پر مناسب تعداد میں

مریضوں کے لئے پینے کے پانی کے کولر لگائے گئے ہیں۔ مناسب سے کیا مراد ہے کتنی تعداد میں کولر لگائے گئے ہیں؟ ایک تو مجھے ان کی تعداد بتائی جائے دوسرا یہ کہ جو ڈاکٹر سرکاری ڈیوٹی کر رہے ہیں اس کے باوجود وہ پرائیویٹ کلینکوں پر ہزاروں کی تعداد میں لوگوں سے فیسیں بھی وصول کر رہے ہیں۔ گورنمنٹ اس کے سد باب کے لئے اگر کوئی پالیسی بنا رہی ہے یا زیر غور ہے تو اس کے بارے میں بتادیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! وہاں پر ٹھنڈے پانی کے کولر بھی موجود ہیں اور اس وقت وہاں پر چار کولر کام کر رہے ہیں اور اس کی تصدیق میں نے نذر محمود شاہ صاحب سے بھی کی ہے جو ہمارے پارلیمانی سیکرٹری بھی ہیں اور معزز رکن بھی ہیں اور اسی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں تک ان کا دوسرا سوال تھا انہوں نے سوال پوچھا ہے کہ کیا یہ درست ہے کہ متذکرہ ہسپتال میں فرسٹ ایڈ کی سہولت موجود ہے۔ یعنی ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال ہے فرسٹ ایڈ تو موجود ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے اندر باقاعدہ وارڈ بھی موجود ہیں۔ سرجری ہے، میڈیسن ہے گائنی ہے، ای این ٹی ہے آئی کا شعبہ ہے ہر قسم کی سہولت وہاں پر میسر ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، محترمہ پوچھ رہی ہیں کہ وہاں پر جو ڈاکٹرز تعینات ہیں وہ پرائیویٹ پریکٹس بھی کرتے ہیں تو کیا ان کی روک تھام کے لئے محکمہ کوئی سد باب کر رہا ہے؟

وزیر صحت: جناب سپیکر! پرائیویٹ پریکٹس کی قانونی طور پر ہسپتال کے اوقات کے بعد اجازت ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): فرسٹ ایڈ کے حوالے سے جو میں نے سوال کیا ہے اگر آپ ہسپتال میں جا کر دیکھیں تو وہ بھی formalities پوری کی گئی ہیں۔ فرسٹ ایڈ کے حوالے سے وہاں پر کوئی خاطر خواہ بندوبست نہیں ہے اور عملی طور پر وہاں پر کوئی کام نہیں ہو رہا۔ اس کے علاوہ جو میں نے main بات پوچھی ہے کہ وہاں پر ڈاکٹر صاحبان پرائیویٹ کلینک چلا رہے ہیں اور ہزاروں روپے کے حساب سے لوگوں سے فیس وصول کرتے ہیں حکومت اس کا سد باب کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے یا نہیں اور اس کا حل کیا تجویز کرتے ہیں؟

جناب سپیکر: وزیر موصوف فرما رہے ہیں کہ ان کو پرائیویٹ پریکٹس کرنے کی اجازت ہے۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب والا! اگر انہوں نے کلینک ہی چلانے ہیں تو پھر آپ نئے لوگوں کو ملازمت کا چانس دیں وہ سرکاری ملازمت کیوں کر رہے ہیں۔ تاکہ نئے لوگ آئیں اور وہ ہسپتالوں میں باقاعدگی سے ڈیوٹی سرانجام دیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر اسد اشرف صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب والا! وہ ڈی ایچ کیو ہسپتال ہے اور فرسٹ ایڈ تو ہر ہسپتال میں موجود ہوتی ہے۔ فرسٹ ایڈ سے ان کی کیا مراد ہے؟

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ ڈاکٹر اسد اشرف!

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب والا! پرائیویٹ کلینکس کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب نے 2003 میں یہ کہا تھا کہ اس سلسلے میں ایک بل پرائیویٹ پریکٹس کرنے والوں کے لئے اور لیبارٹریوں کے لئے محکمہ قانون کو بھیج دیا ہے اور within two months یہ میں ان کے words quote کر رہا ہوں جو اسمبلی کے ریکارڈ پر موجود ہے کہ ہم ایک دو ماہ کے اندر اسمبلی میں بل لے کر آئیں گے۔ اب 2003 سے 2006 ہو گیا ہے کیا یہ بل اس اسمبلی میں پیش کریں گے یا بل پیش کرنے کے لئے اگلی اسمبلی کا انتظار کریں گے، تین سال گزرنے کے باوجود یہ بل ابھی تک اسمبلی میں نہیں آیا اس کی آخر کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب والا! اس بل کو لانے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ بہت سارے قوانین ہیں جس طرح یہ لیبارٹریز ریگولیشن کا بل ہے، ڈرگ ریگولیشن بل ہے، ٹرانسپلانٹیشن کا بل ہے۔ ان پر فیڈرل گورنمنٹ بھی کام کر رہی ہے اور ہم اس پر parallel legislation نہیں کرنا چاہتے۔ ابھی کل وزیر اعظم صاحب کا بیان آیا ہے کہ انہوں نے ایک Autonomous Drug Regulatory Body بنانے کی بات کی ہے جس پر قانون سازی ہوگی۔ اسی طرح وفاقی وزیر صحت اور وفاقی سیکرٹری ہیلتھ سے بھی میری اس مسئلے پر کئی مرتبہ گفتگو ہوئی ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم ان چیزوں پر ابھی کام کر رہے ہیں۔ ان چیزوں کو ہم نہیں چھیڑنا چاہتے. Because we don't want to create parallel legislation. اگر فیڈرل

گورنمنٹ کوئی بل لے آتی ہے تو وہ پورے پاکستان پر لاگو ہوگا اور We will have to accept that. یہی وجہ ہے کہ اس طرح کے دو تین معاملات ہیں ان کو ہم نے محض اس لئے چھوڑا ہوا ہے۔ آپ اس کو بے شک delay کہہ لیں لیکن ہم نے delay اس لئے کیا ہے کہ اس پر فیڈرل گورنمنٹ بھی کام کر رہی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! آج سے پہلے کئی بار منسٹر فارسٹ نے کہا کہ ہم فارسٹ کے لئے قانون change کر کے لا رہے ہیں۔ ہم نے وائلڈ لائف کے لئے بل پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ ابھی اگلے سیشن میں ہم وائلڈ لائف کا بل لے کر آئیں گے۔ ہیلتھ کے بارے میں بھی یہی کہا گیا ہے اور پرائیویٹ سکولوں کی management کے لئے 3 سال سے ایک کمیٹی کام کر رہی ہے میں نے ایک پرائیویٹ بل دیا ہے وہ بھی اس کی نظر ہے۔ اگر یہ نہیں کر سکتے تو یہ کیوں غلط statement دیتے ہیں۔ نمبر 2، جب بات ان کے preview میں آتی ہے وہ تو یہ کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: سوال نمبر 4657۔

ہسپتالوں میں کتے کاٹے کی ویکسین کی کمی دور کرنے کے حکومتی اقدامات

*4657 **ڈاکٹر سامیہ امجد:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پورے پنجاب کے ہسپتالوں کو کتے کاٹے کی ویکسین این آئی ایچ اسلام آباد سے لینا پڑتی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ویکسین کی سپلائی ضرورت سے بہت کم ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ویکسین کے نہ ہونے سے بہت سے کتے کاٹے کے مریض ویکسین سے محروم رہ جاتے ہیں؟

(د) اگر مندرجہ بالا کا جواب ہاں میں ہے تو حکومت پنجاب ویکسین کی کمی پورا کرنے کے لئے کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر صحت:

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے تمام ای ڈی او صاحبان اپنی ضرورت کے مطابق NIH اسلام آباد سے ویکسین منگواتے ہیں۔

(ج) یہ درست نہ ہے اگر ویکسین ہسپتال میں موجود نہ ہو تو مریض بازار سے خرید کر لگوا لیتے ہیں۔

(د) حکومت پنجاب نے تمام ای ڈی او ہیلتھ صاحبان کو اختیار دے رکھا ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق ویکسین NIH سے خرید کر استعمال کریں۔ NIH سے عدم دستیابی کی صورت میں Local purchase کر کے بھی ویکسین مہیا کی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! وزیر صحت سے میرا ضمنی سوال یہ ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ نیشنل انسٹیٹیوٹ آف ہیلتھ ویکسین سپلائی کے لئے responsible ہے۔ مجھے یہ پوچھنا ہے کہ سپلائی اور ڈیمانڈ کے درمیان جو چیک اینڈ بیلنس یا رپورٹ کس کے ذمے ہے اور یہ جواب 2004 کے مطابق ہے تو latest situation کیا ہے کہ ویکسین کی availability اور اس کی سپلائی میں نیشنل انسٹیٹیوٹ آف ہیلتھ کے ساتھ ان کا کیا رابطہ ہے اور اس کا چینل اور رپورٹ کیا ہے؟

MR. SPEAKER: Minister for Health.

وزیر صحت: جناب سپیکر! جیسے محترمہ نے پوچھا ہے پورے پاکستان میں صرف ایک ہی ادارہ ہے جو یہ ویکسین بناتا ہے وہ قومی ادارہ صحت یا نیشنل انسٹیٹیوٹ آف ہیلتھ ہے۔ ہم اپنی ضرورت کے مطابق یہ ویکسین ان سے لیتے ہیں۔ آج سے کوئی 6 مہینے پہلے ایک stage آئی تھی کہ There was a gap of two months in their production. اس کے بعد ڈی جی این آئی ایچ جنرل کرامت صاحب نے مجھے خود بتایا کہ وہ issue resolve ہو چکا ہے اس کے بعد سے یہ ویکسین ہمیں باقاعدگی سے مہیا کی جاتی ہے۔ اصل میں جو issue ہے میرے خیال میں وہ رانا آفتاب احمد خان صاحب point out کر چکے ہیں، It is the distribution of the vaccine جیسے آپ نے بھی فرمایا۔ اب ہم پالیسی بنائیں گے کہ یہ نہیں کہ صرف ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال بلکہ ٹی ایچ کیو لیول پر بھی یہ ویکسین مہیا کی جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، ڈاکٹر وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ملک کی آبادی بہت بڑھ گئی ہے۔ یہ ایک ہی ادارہ ہے جو ایک عرصے سے یہ ویکسین بنا رہا ہے۔ کیا حکومت پنجاب اس قسم کی کوئی منصوبہ بندی رکھتی ہے کہ پنجاب میں بھی کوئی ایسا ادارہ بنا دیا جائے کہ جہاں پر یہ ویکسین تیار ہونے شروع ہو جائیں؟

جناب سپیکر! میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ میڈیسن میں ٹمپریچر کی fluctuation بہت important ہے۔ وہ دوائی اگر required درجہ حرارت سے زیادہ درجہ حرارت میں رکھی ہوگی اس کی efficacy میں بہت کمی واقع ہو جاتی ہے اور بعض اوقات وہ دوائی ٹمپریچر کی اس fluctuation کے نتیجے کے اندر صحیح کام کرنے کی بجائے وہ react کرتی ہے۔ اب اس میں ہوتا یہ ہے کہ جیسے جواب کے اندر بھی لکھا ہوا ہے کہ یہ ویکسین این آئی ایچ دیتی ہے اگر این آئی ایچ نہیں دیتی تو لوکل پر چیز کر لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ ضمنی question کریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ویکسین کے حوالے سے ٹمپریچر کی جو maintenance ہے کیا محکمہ صحت اس کو ensure کرتا ہے یعنی میرے دو ضمنی سوال ہیں کہ پنجاب میں اس ویکسین کا کوئی ادارہ، دوسرا اس ویکسین کی maintenance کے لئے جو ٹمپریچر required ہے اس کے لئے محکمہ صحت کیا کر رہا ہے؟

MR. SPEAKER: Minister for Health.

وزیر صحت: جناب سپیکر! ڈاکٹر وسیم بڑے competent ڈاکٹر ہیں۔ یہ بالکل درست ہے کہ اس ویکسین کی shelf life دوسری ویکسینز اور ادویات کے مقابلے میں کم ہوتی ہے اور It's temperature control is vital. اور یہی ایک وجہ ہے کہ ہمارے بہت سارے ڈسپنسریز اور بی ایچ یو میں refrigeration کی سہولت نہیں ہوتی تھی اس لئے یہ ویکسین ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر یا وہاں پر ہوتی تھی۔ اب Under the Health Sector Reform Programme یہ سہولت RHCs تک بھی پہنچائی جا رہی ہے تو ہم یہ ویکسین وہاں بھی مہیا کریں گے لیکن انہوں نے بالکل صحیح کہا کہ اس کی shelf life short ہوتی ہے اور temperature variation سے یہ reaction بھی کر سکتی ہے تو اس چیز کو ہم redress کر رہے ہیں There are

refrigerators in every DHQ, THQ and now RHCs کے اندر بھی ہوں گی۔
جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ پنجاب حکومت اس ویکسین کی production کی طرف کوئی غور وخوض کر رہی ہے۔ نیشنل انسٹیٹیوٹ آف ہیلتھ ایک ریسرچ ادارہ ہے اور It has tremendous capacity وہاں scientists ہیں، پی ایچ ڈی لوگ ہیں اوراس طرح کی manpower پنجاب گورنمنٹ کے پاس اس وقت available نہیں ہے۔ این آئی ایچ کے پاس capacity بھی ہے اور مجھے یہ بھی پتا چلا ہے کہ وہ اپنی production کو about two to three times expansion بھی کر رہے ہیں اگر تو وہ ہماری ضرورت کو match کرتے رہے تو ہم ان سے لیتے رہیں گے۔ اگلی سٹیج پر جب ہم محسوس کرتے ہیں کہ We need to create our own institute. تو پنجاب گورنمنٹ کرے گی۔ اس وقت There is no plan to do that.

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

ملتان میں ڈرگ ٹیسٹنگ لیبارٹری کا قیام

*4658 ڈاکٹر سامیہ امجد: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب میں ایک ڈرگ ٹیسٹنگ لیبارٹری لاہور میں کام کر رہی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ کام زیادہ ہونے کی وجہ سے ڈرگ ٹیسٹ کے نتائج میں کئی ماہ لگ جاتے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ لیبارٹری ٹیسٹ کے نتائج کی تاخیر کی وجہ سے مریضوں کو ادویات کی فراہمی نہیں کی جاسکتی؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ 1998 میں ملتان میں ایک اور ڈرگ ٹیسٹنگ لیبارٹری منظور ہوئی تھی جس کی لاکھوں روپے کی مشینری ملتان میں ایک سٹور میں پڑی خراب ہو رہی ہے؟

(ہ) اگر جزہائے بالا کا جواب ہاں میں ہے تو اس تاخیر کی وجوہات بیان کی جائیں اور بتایا جائے کہ ملتان کی ڈرگ ٹیسٹنگ لیبارٹری کب تک کام شروع کر رہی ہے؟

وزیر صحت:

(الف) ڈرگ ایکٹ 1976 کی رو سے ہر صوبے میں ایک ڈرگ ٹیسٹنگ لیبارٹری کا قیام ضروری ہے۔ لہذا مذکورہ ایکٹ کے مطابق لاہور میں ایک ڈرگ ٹیسٹنگ لیبارٹری کام کر رہی ہے۔

(ب) ڈرگ ایکٹ 1976 کی رو سے ڈرگ کے نمونہ جات وصول ہونے کے بعد 60 دن کے اندر رپورٹ کرنا ضروری ہے۔ مذکورہ لیبارٹری میں قانون کے مطابق دیئے گئے وقت کے اندر تمام نمونہ جات رپورٹ ہوتے ہیں۔

(ج) گورنمنٹ سپلائی کی ادویات کی ٹیسٹ رپورٹ ترجیحی بنیادوں پر جلد از جلد کی جاتی ہے تاکہ مریضوں کو ادویات کی فراہمی میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ البتہ انجکشن کی sterility ٹیسٹ کو مکمل کرنے کے لئے کم از کم پندرہ دن درکار ہوتے ہیں۔ مالی سال 2002-03 میں 95 فیصد گورنمنٹ سپلائی کی ادویات کی مذکورہ مالی سال ختم ہونے سے پہلے یعنی 30۔ جون 2003 تک رپورٹ بھیج دی گئی تھی۔

باقی ماندہ 5 فیصد نمونہ جات انجکشن ہونے اور جون کے آخری دنوں میں وصول ہونے کی وجہ سے 30۔ جون 2003 تک رپورٹ نہ ہو سکے۔

مالی سال 2003-04 میں اپریل 2004 تک موصول ہونے والے نمونہ جات کی رپورٹ تقریباً 100 فیصد بھیج دی گئی ہے۔

(د) یہ درست ہے کہ 1998 میں ایک ڈرگ ٹیسٹنگ لیبارٹری کے قیام کی منظوری ہوئی لیکن یہ درست نہ ہے کہ لاکھوں روپے کی مشینری ملتان میں ایک سٹور میں خراب ہو رہی ہے۔ مشینری پبلک انالسٹ کی پہلی منزل پر رکھی ہوئی ہے جو کہ DTL ملتان کے لئے لی گئی ہے جس کی دیکھ بھال کا مناسب انتظام کیا گیا ہے۔

(ہ) تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ بعض ضروری اقدامات زیر عمل ہیں مثلاً گلاس ویئر اور ریفرنس کتابوں کی فراہمی، لیبارٹری کے لئے تربیت یافتہ عملہ، مزید مشینری اور ضروری سامان وغیرہ، اہم بنیادی ضروریات اور مشینوں کی تنصیب اور عملے کی فراہمی و تعیناتی کے بعد DTL ملتان کام شروع کر سکے گی۔

سر گنگارام ہسپتال لاہور، سٹاف نرسز کے لئے نائٹ ڈیوٹی الاؤنس کا اجراء

*4926 جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جنرل ہسپتال لاہور کی تمام سٹاف نرسز جو رات کی ڈیوٹی سرانجام دیتی ہیں کو -/1500 روپے اضافی الاؤنس دیا جاتا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ الاؤنس تمام رات تقریباً 12 گھنٹے ڈیوٹی کرنے پر دیا جاتا ہے جبکہ گورنمنٹ کے تمام اداروں میں ڈیوٹی صرف 8 گھنٹے لی جاتی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ الاؤنس صرف لاہور جنرل ہسپتال اور PIC میں دیا جاتا ہے بلکہ PIC میں تمام شفٹوں صبح و شام اور رات کی اضافی ڈیوٹی کرنے پر (شیئرز) الاؤنس دیا جاتا ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ الاؤنس سر گنگارام ہسپتال میں تمام رات کی ڈیوٹی کرنے والی کسی بھی سٹاف نرس کو نہیں دیا جاتا جس کی وجہ سے مذکورہ ہسپتال کی نرسز میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے؟

(ہ) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت سر گنگارام ہسپتال کی تمام سٹاف نرسز جو رات کی ڈیوٹی کرتی ہیں، کو مذکورہ ہسپتالوں کی طرح 1500 روپے نائٹ الاؤنس دینے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے کہ لاہور جنرل ہسپتال لاہور کی ان تمام چارج نرسز کو رات کی ڈیوٹی سرانجام دینے پر مبلغ -/50 روپے فی رات اضافی الاؤنس دیا جاتا ہے۔ یہ الاؤنس نومبر 2003 سے رائج کیا گیا ہے، ثبوت کے طور پر آفس آرڈر کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) جی ہاں! یہ درست ہے کہ اضافی الاؤنس تمام رات یعنی رات آٹھ بجے سے لے کر صبح آٹھ بجے تک ڈیوٹی سرانجام دینے والی سٹاف نرسز کو دیا جاتا ہے۔ یہ درست نہیں ہے کیونکہ تمام ہسپتالوں میں رات کی ڈیوٹی بارہ گھنٹے ہی لی جاتی ہے۔

(ج) یہ الاؤنس صرف لاہور جنرل ہسپتال لاہور میں نومبر 2003 سے رائج کیا گیا۔ علاوہ ازیں تمام شفٹوں صبح وشام اور رات کی ڈیوٹی کرنے پر ہر تین ماہ بعد جنرل شیئرز بھی دیئے جاتے ہیں۔

P.I.C میں مذکورہ الاؤنس نہیں دیا جاتا۔(1500روپے)

(د) یہ درست ہے کہ یہ الاؤنس سرگنگارام ہسپتال میں نہیں دیا جاتا۔

(ہ) حکومت پنجاب ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کے تنخواہوں کے قوانین میں کوئی ایسی شق نہیں ہے جس کے تحت کسی بھی سٹاف نرس کو مذکورہ الاؤنس دیا جائے۔ کیونکہ کئی ہسپتالوں کو 1998 میں خود مختار کر دیا گیا تھا، جس میں ان کو اختیار تھا کہ وہ اپنی آمدن کے مطابق بجٹ بنائے اور خرچ کریں۔

سرگنگارام ہسپتال لاہور، 2002 تا حال، بھرتی کی تفصیل

*5006 چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری 2002 سے آج تک سرگنگارام ہسپتال لاہور، میں جن افراد کو بھرتی کیا گیا، ان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، ڈومیسائل اور پتاجات کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) اگر ان افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا تو میرٹ بنانے کا طریق کار اور میرٹ لسٹ فراہم کی جائے؟

(ج) میرٹ بنانے والے اور ریکروٹمنٹ کمیٹی میں شامل افسران کے نام، گریڈ، عہدہ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) اگر یہ بھرتی باقاعدہ اخبارات میں تشہیر کر کے کی گئی تو ان اخبارات کے نام، تاریخ مع نقل فراہم کی جائے؟

(ہ) جن افراد کو رولز میں نرمی کر کے بھرتی کیا گیا ان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت مع رولز میں نرمی کرنے کی وجوہات بیان فرمائیں؟

وزیر صحت:

(الف) یکم جنوری 2002 کے بعد جن افراد کو گنگارام ہسپتال لاہور میں بھرتی کیا گیا ہے اس کی مکمل تفصیل لسٹ (A) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) میرٹ گورنمنٹ پالیسی کے مطابق بنایا گیا ہے اور تمام افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا، تمام ڈاکٹرز اور درجہ چہارم کی میرٹ لسٹ (B) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ریکروٹمنٹ کمیٹی میں شامل افراد کی لسٹ (C) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) بھرتی کا باقاعدہ اشتہار روزنامہ "پاکستان" اور "نوائے وقت" میں دیا گیا ہے جس کی کاپی (D) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) تمام افراد کو گورنمنٹ رولز اور میرٹ کے مطابق بھرتی کیا گیا ہے کسی کو نرمی کرکے بھرتی نہ کیا گیا ہے۔

لیڈی ولنگڈن ہسپتال لاہور، 2002 تا حال، بھرتی کی تفصیل

*5007 چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) یکم جنوری 2002 سے آج تک لیڈی ولنگڈن ہسپتال لاہور، میں جن افراد کو بھرتی کیا گیا ان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، ڈومیسائل اور پتا جات کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) اگر ان افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا تو میرٹ بنانے کا طریق کار اور میرٹ لسٹ فراہم کی جائے؟

(ج) میرٹ بنانے والے اور ریکروٹمنٹ کمیٹی میں شامل افسران کے نام، گریڈ، عہدہ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) اگر یہ بھرتی باقاعدہ اخبارات میں تشہیر کرکے کی گئی تو ان اخبارات کے نام، تاریخ مع نقل فراہم کی جائے؟

(ہ) جن افراد کو رولز میں نرمی کرکے بھرتی کیا گیا۔ ان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت مع رولز میں نرمی کرنے کی وجوہات بیان فرمائیں؟

وزیر صحت:

(الف) یکم جنوری 2002 سے آج مورخہ 04-06-28 تک جن افراد کو ایمرجنسی طور پر نظریہ ضرورت کے تحت مریضوں کی بہتری اور ہسپتال کا انتظام بہتر طور پر چلانے کے لئے خالصتاً کنٹریکٹ پر بھرتی کیا گیا تھا اور وہ کام کر رہے ہیں ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) لیڈی ولنگڈن ہسپتال لاہور کی خود مختاری 1999 میں ہونے کے بعد کچھ ملازم ٹرانسفر ہو گئے کچھ ریٹائرڈ ہو گئے اور کچھ فوت ہونے کی وجہ سے عملہ کم ہو گیا تھا اس لئے حصہ (الف) میں بیان کئے گئے افراد کو کنٹریکٹ کی حیثیت میں ایک مخصوص مدت کے لئے بطور ایمرجنسی اور منظور شدہ کمیٹی (ڈیپارٹمنٹل سلیکشن / پروموشن کمیٹی) کے ذریعے عارضی طور پر بھرتی کیا گیا تھا جن میں زیادہ تر عملہ صفائی کے کام کے لئے تھا۔ یعنی سویپرز کو بھرتی کیا گیا تھا جن کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے کوئی خاص قوانین نہ بنائے گئے تھے اور نہ فٹنس درکار تھی۔

(ج) ڈیپارٹمنٹل سلیکشن / پروموشن کمیٹی میں شامل افراد کے نام وغیرہ درجہ ذیل ہیں۔

نام	گریڈ	عہدہ	موجودہ تعیناتی
1۔ پروفیسر ڈاکٹر احمد وسیم یوسف (چیئرمین)	20	پروفیسر گائنی / ادبس	انچارج یونٹ II ولنگڈن ہسپتال لاہور
2۔ ڈاکٹر سرشاد احمد ممبر	20	میڈیکل سپرنٹنڈنٹ	لیڈی ولنگڈن ہسپتال لاہور
3۔ محمد جعفر سلیم ممبر	19	ایڈیشنل میڈیکل سپرنٹنڈنٹ	کوٹ خواجہ سعید ہسپتال لاہور
4۔ محمد شریف ممبر	17	سٹیٹسٹیکل آفیسر	لیڈی ولنگڈن ہسپتال لاہور
5۔ حاجی محمد اقبال	16	آفس سپرنٹنڈنٹ	گورنمنٹ سروس سے ریٹائرڈ ہو گئے ہیں۔

(د) چونکہ مریضوں اور پبلک کے مفاد میں ادارے کو چلانے کے لئے ایمرجنسی طور پر عارضی بندوبست کیا گیا جس کے لئے کسی تشہیر کی ضرورت نہ محسوس کی گئی تھی۔

(ہ) کسی بھی امیدوار کے ساتھ بھرتی طریق کار میں کسی قسم کی کوئی رعایت نہ کی گئی تھی اس لئے کہ اس بھرتی میں زیادہ تر وارڈ کلینز (سویپرز) کو بھرتی کیا گیا تھا۔

پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور، 2002 تا حال، بھرتی کی تفصیل

*5012 لالہ شکیل الرحمن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری2002 سے آج تک پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور میں جن افراد کو بھرتی کیا گیاان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، ڈومیسائل اور پتاجات کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) اگر ان افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیاتو میرٹ بنانے کا طریق کاراور میرٹ لسٹ فراہم کی جائے؟

(ج) میرٹ بنانے والے اور ریکروٹمنٹ کمیٹی میں شامل افسران کے نام، گریڈ، عہدہ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) اگر یہ بھرتی باقاعدہ اخبارات میں تشہیر کرکے کی گئی توان اخبارات کے نام، تاریخ مع نقل فراہم کی جائے؟

(ہ) جن افراد کو رولز میں نرمی کرکے بھرتی کیا گیاان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت مع رولز میں نرمی کرنے کی وجوہات بیان فرمائیں؟

وزیر صحت:

(الف) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) بھرتی حکومت پنجاب لاہور کے مطابق کی گئی لیٹر نمبر ایس او آر 2111-1/94 مورخہ 23۔فروری1994 کا پی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) کمیٹی برائے تعیناتی گریڈ ایک تا16 میاں شوکت محمود ممبر بورڈ آف گورنرز (چیئرمین)

میڈیکل سپرنٹنڈنٹ پی آئی سی لاہور BS-20 (ممبر)

ڈپٹی چیف نرسنگ سپرنٹنڈنٹ BS-19 (ممبر)

(د) روزنامہ "نوائے وقت" کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) کوئی نہیں۔

ہولی فیملی ہسپتال راولپنڈی، ایم ایس، اے ایم ایس اور ڈی۔ایم۔ایس کی اسامیوں اور تعینات آفیسرز کی تفصیلات

*5013 لالہ شکیل الرحمن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ہولی فیملی ہسپتال راولپنڈی میں ایم۔ایس، ایڈیشنل ایم۔ایس اور ڈپٹی ایم۔ایس کی منظور شدہ اور پر شدہ اسامیوں کی تعداد اور ان پر کام کرنے والے ڈاکٹرز کے نام، عہدہ،

گریڈ، تعلیمی قابلیت اور تجربہ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) ان میں سے کتنے ملازمین کو قواعد میں نرمی کر کے ان عہدوں پر تعینات کیا گیا ہے نیز قواعد میں نرمی کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

(ج) ان میں سے جن ملازمین کے خلاف محکمانہ اور قانونی کارروائی ہو رہی ہے، ان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل دی جائے؟

(د) ان میں سے کتنے ملازمین عرصہ تین سال سے ایک ہی جگہ پر کن وجوہات کی بناء پر کام کر رہے ہیں؟

(ہ) ان ملازمین کو سال 2002 سے آج تک تنخواہوں اور ٹی۔اے، ڈی۔اے کی مدوں میں جو ادائیگی کی گئی ہے اس کی تفصیل بیان فرمائیں؟

وزیر صحت:

(الف)

	منظور شدہ اسامیاں	پر شدہ اسامیاں
ایم ایس	1	1
ایڈیشنل ایم ایس	6	5
ڈپٹی ایم ایس	8	6

مندرجہ ذیل افسران بطور ایم ایس، ایڈیشنل ایم ایس اور ڈپٹی ایم ایس ہولی فیملی ہسپتال میں کام کر رہے ہیں:۔

نمبر شمار	نام	عہدہ	گریڈ	تعلیمی قابلیت	تجربہ
1۔	ڈاکٹر محمد حسین بلوچ	ایم ایس	20	ایم بی بی ایس، ڈی پی ایچ، ایم سی پی ایس (سی ایم)	15 سالہ
2۔	ڈاکٹر عقیلہ اشرف	اے ایم ایس	20	ایم بی بی ایس	11 سالہ
3۔	ڈاکٹر الطاف رسول	اے ایم ایس	19	ایم بی بی ایس، ایم ایس سی (میڈیکل ایڈمنسٹریشن)	10 سالہ
4۔	ڈاکٹر شمس الرحمن	اے ایم ایس	19	ایم بی بی ایس	12 سالہ
5۔	ڈاکٹر ارشد علی صابر	اے ایم ایس	18	ایم بی بی ایس، ڈی ٹی سی ڈی، ڈی پی ایچ	11 سالہ
6۔	ڈاکٹر خالد مسعود	اے ایم ایس	18	ایم بی بی ایس، ڈی پی ایچ	12 سالہ
7۔	ڈاکٹر ناصر محمود	ڈی ایم ایس	18	ایم بی بی ایس، ایم پی ایچ	6 سالہ
8۔	ڈاکٹر ہارون الرشید	ڈی ایم ایس	18	ایم بی بی ایس، ایم پی ایچ	6 سالہ
9۔	ڈاکٹر ملک پرویز افضل	ڈی ایم ایس	17	ایم بی بی ایس، ایم پی ایچ	8 سالہ

10-	ڈاکٹر طارق سہیل اختر	ڈی ایم ایس	17	ایم بی بی ایس	7 سالہ
11-	ڈاکٹر اطہر حسین	ڈی ایم ایس	17	ایم بی بی ایس، ایم پی ایچ	1 سالہ
12-	ڈاکٹر تنویر اختر	ڈی ایم ایس	17	ایم بی بی ایس، ایم پی ایچ	1 سالہ

(ب) تین اے ایم ایس اور چار ڈی ایم ایس صاحبان کی تعیناتی کے سلسلے میں قواعد وضوابط میں نرمی کی گئی ہے، اس کی وجہ مقرر کردہ انتظامی قواعد کے حامل ڈاکٹروں کی عمومی کمی اور ان افسران کی سنیارٹی، اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں، مہارت اور تجربہ کے باعث تعینات کیا گیا ہے۔

(ج) ان انتظامی افسران کے خلاف کوئی بھی محکمانہ اور قانونی کارروائی نہیں ہو رہی ہے۔

(د) پانچ اے ایم ایس اور دو ڈی ایم ایس تین سال سے زیادہ عرصہ سے کام کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ 1998 سے بطور خود مختار ادارہ ہونے کی وجہ سے چیف ایگزیکٹو، پرنسپل ایگزیکٹو آفیسر، بورڈ آف گورنرز اور بورڈ آف مینجمنٹ نے ان افسران کی تسلی بخش اور عمدہ کارکردگی کی بناء پر اور کوئی شکایت نہ ہونے کی بناء پر ان کو تبدیل نہ کیا گیا ہے اور یہ افسران اپنی ذمہ داریاں نہایت ہی احسن طریقے سے سرانجام دے رہے ہیں۔

(ہ) ان افسران کو تنخواہ اور ٹی اے، ڈی اے کی مد میں 8180941.33 روپے اور 48718.00 روپے 2002 سے لے کر 31-07-05 تک ادا کئے گئے ہیں جس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

سردار بیگم ہسپتال سیالکوٹ، سرکاری رہائش گاہوں اور رہائشی ڈاکٹرز کی تفصیلات

*5036 جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سردار بیگم ہسپتال سیالکوٹ میں ڈاکٹرز کی کتنی سرکاری رہائش گاہیں ہیں ان رہائش گاہوں میں جو افسران رہائش پذیر ہیں ان کے نام، عہدہ، گریڈ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے نیز یہ کتنے عرصہ سے رہائش پذیر ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ان سرکاری رہائش گاہوں میں رہائش پذیر اکثر ڈاکٹر لمبی استحقاقیہ رخصت پر ہیں مگر اس کے باوجود ان سرکاری رہائش گاہوں میں رہائش پذیر ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان میں اکثریت ان ڈاکٹرز کی ہے جو اس ہسپتال کے بالکل سامنے پرائیویٹ کلینک عرصہ دراز سے چلا رہے ہیں مگر اس کے باوجود وہ سرکاری رہائش گاہوں پر قابض ہیں؟

(د) کیا حکومت ایسے ڈاکٹرز سے یہ سرکاری رہائش گاہیں خالی کروا کر اس ہسپتال میں حاضر سروس اور ڈیوٹی دینے والے ڈاکٹرز کو الاٹ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) سردار بیگم ہسپتال میں ڈاکٹرز کی دو رہائش گاہیں ہیں ان میں جو افسران رہائش پذیر ہیں مندرجہ ذیل ہیں:۔

نام	عہدہ	گریڈ	عرصہ تعیناتی
1۔ڈاکٹر زیب النساء	گائناکالوجسٹ	18	14-05-98
2۔ڈاکٹر طلعت یعقوب	انیستھیٹسٹ	18	11-05-94

(ب) یہ درست نہ ہے۔

(ج) یہ بھی درست نہ ہے۔

(د) جز(ب)اور جز(ج) کی روشنی میں یہ سوال غیر متعلقہ ہے۔

علامہ اقبال میموریل ہسپتال سیالکوٹ، سرکاری رہائش گاہوں اور رہائشی ڈاکٹرز کی تفصیلات

*5037جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) علامہ اقبال میموریل ہسپتال سیالکوٹ میں ڈاکٹرز کی کتنی سرکاری رہائش گاہیں ہیں، ان رہائش گاہوں میں جو افسران رہائش پذیر ہیں، ان کے نام، عہدہ، گریڈ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے نیز یہ کتنے عرصہ سے رہائش پذیر ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ان سرکاری رہائش گاہوں میں رہائش پذیر اکثر ڈاکٹر لمبی استحقاقیہ رخصت پر ہیں مگر اس کے باوجود ان سرکاری رہائش گاہوں میں رہائش پذیر ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان میں اکثریت ان ڈاکٹرز کی ہے جو اس ہسپتال کے بالکل سامنے پرائیویٹ کلینک عرصہ دراز سے چلا رہے ہیں مگر اس کے باوجود وہ سرکاری

رہائش گاہوں پر قابض ہیں؟

(د) کیا حکومت ایسے ڈاکٹر سے یہ سرکاری رہائش گاہیں خالی کرواکر اس ہسپتال میں حاضر سروس اور ڈیوٹی دینے والے ڈاکٹرز کو الاٹ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) علامہ اقبال میموریل ہسپتال سیالکوٹ میں ڈاکٹرز کی کل 15 رہائشیں ہیں:۔

نام ڈاکٹر	عہدہ	گریڈ	جگہ تعیناتی
1۔ڈاکٹر شمشاد احمد گل	ماہر نفسیات	18	علامہ اقبال میموریل ہسپتال سیالکوٹ
2۔ڈاکٹر اعجاز احمد چٹھہ	سرجن	19	۔ایضاً۔
3۔ڈاکٹر سید توقیر حسین	ماہر امراض بے ہوشی	18	۔ایضاً۔
4۔ڈاکٹر کلیم الدین ملک	میڈیکل اسپیشلسٹ	18	۔ایضاً۔
5۔ڈاکٹر میاں اطہر	آرتھوپیڈک سرجن	18	۔ایضاً۔
6۔ڈاکٹر راجہ مسعود صادق	نیورو سرجن	18	۔ایضاً۔
7۔ڈاکٹر عرفانہ ملک	گائناکالوجسٹ	18	۔ایضاً۔
8۔ڈاکٹر جاوید ریاض قریشی	ای این ٹی اسپیشلسٹ	18	۔ایضاً۔
9۔ڈاکٹر محمد شفیق	ریڈیالوجسٹ	18	۔ایضاً۔
10۔ڈاکٹر ساجد حسین	سرجن	18	۔ایضاً۔
11۔ڈاکٹر سعید رازی	ای این ٹی اسپیشلسٹ	18	(سردار بیگم ہسپتال)
12۔ڈاکٹر ظفر اقبال گھمن	پتھالوجسٹ	18	A.I.M.H.BLK
13۔ڈاکٹر صالح محمد	میڈیکل اسپیشلٹ		(سردار بیگم ہسپتال)
14۔ڈاکٹر سید محمد فردوس	(EX M.S)	20	Lahore(OSD)
15۔ڈاکٹر سہیل طفیل	کارڈیالوجسٹ	18	A.I.M. Hospital

(ب) ان رہائش گاہوں میں رہائش پذیر ڈاکٹرز لمبی رخصت پر نہ ہیں۔ صرف ایک ڈاکٹر سہیل طفیل کارڈیالوجسٹ ڈیوٹی سے لمبے عرصے سے غیر حاضر ہے جس کی اطلاع محکمہ کو دے دی گئی ہے۔ بذریعہ چٹھی نمبر 421/AIMH مورخہ 04-01-20 اور چٹھی نمبر 1523/AIM مورخہ 04-03-17 اور اس کو رہائش خالی کرنے کا نوٹس بھی دے دیا گیا ہے اور وہ رہائش ڈاکٹر خرم شہزاد ڈینٹل سرجن کو بذریعہ چٹھی نمبر 1956-57/AIMH مورخہ 04-04-01 الاٹ بھی کر دی گئی ہے۔

(ج) رہائش پذیر ڈاکٹرز میں سے مندرجہ ذیل ڈاکٹرز پرائیویٹ کلینک پر ہسپتال اوقات کے بعد پریکٹس کرتے ہیں:۔

1۔ڈاکٹر جاوید ریاض قریشی	ای این ٹی اسپیشلسٹ	A I M H
2۔ڈاکٹر راجہ مسعود صادق	نیورو سرجن	۔ایضاً
3۔ڈاکٹر ظفر اقبال گھمن	پیتھالوجسٹ	۔ایضاً
4۔ڈاکٹر میاں محمد اظہر	آرتھوپیڈک سرجن	۔ایضاً
5۔ڈاکٹر ساجد حسین	سرجن	۔ایضاً
6۔ڈاکٹر سعید رازی	ای این ٹی اسپیشلسٹ	(سردار بیگم ہسپتال)
7۔ڈاکٹر سہیل طفیل	کارڈیالوجسٹ	A.I.M.H
8۔ڈاکٹر صالح محمد	میڈیکل اسپیشلسٹ	(سردار بیگم ہسپتال)
9۔ڈاکٹر شمشاد احمد گل	ماہر نفسیات	A.I.M.H
10۔ڈاکٹر عرفانہ ملک	گائناکالوجسٹ	۔ایضاً

(د) ڈاکٹر سہیل طفیل کارڈیالوجسٹ کو گھر خالی کرنے کا نوٹس دے دیا گیا ہے اور وہ رہائش ڈاکٹر خرم شہزاد ڈینٹل سرجن کو الاٹ بھی کی جا چکی ہے اور ڈاکٹر سید محمد فردوس صاحب Ex MS سول سیکرٹریٹ OSD ہیں اور وہ تنخواہ اسی ہسپتال سے لے رہے ہیں اور یہیں رہائش پذیر ہیں۔ اس کے علاوہ تمام ڈاکٹرز حاضر سروس ہیں اور سرکاری ہسپتالوں میں ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں اس لئے ان سے یہ رہائش گاہیں خالی نہ کروائی جا سکتی ہیں۔

ضلع راولپنڈی میں منشیات زدہ افراد کے علاج کے لئے ہسپتال کا قیام

*5083 جناب محمد وقاص: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا ضلع راولپنڈی میں منشیات کا شکار خصوصاً ہیروئن زدہ لوگوں کے علاج کے لئے ہسپتال ہے؟

(ب) اگر نہ ہے تو حکومت کب تک ایسا ہسپتال قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر صحت:

(الف) ضلع راولپنڈی میں منشیات کا شکار خصوصاً ہیروئن زدہ مریضوں کے لئے ہسپتال نہ ہے مگر ضلع راولپنڈی میں واقع راولپنڈی ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال اور راولپنڈی جنرل

ہسپتال میں منشیات کا شکار خصوصاً ہیروئن زدہ لوگوں کے علاج کے لئے سہولیات موجود ہیں۔

(ب) راولپنڈی ضلع میں منشیات کا شکار خصوصاً ہیروئن زدہ لوگوں کے علاج کے لئے علیحدہ ہسپتال کی ضرورت ہے اوراس کی تعمیر جلد ہونی چاہئے۔ جس کا منصوبہ زیر غور ہے۔

محکمہ صحت، ادویات کی خرید کا طریق کار اور سٹوریج کی سہولیات کی تفصیل

*5182 ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ صحت میں ادویات کی خرید کا کیا طریق کار ہے؟

(ب) کیا ہر ضلع میں ادویات کی سٹوریج کے لئے ائر کنڈیشنڈ سٹورز موجود ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) خرید ادویات کا طریق کار مندرجہ ذیل ہے:۔

1۔ ڈاکٹر انچارج صاحبان سے ڈیمانڈ ادویات لی جاتی ہے۔
2۔ اخبار میں محکمہ تعلقات عامہ کے ذریعہ اشتہار برائے خرید ادویات دیا جاتا ہے۔
3۔ ٹینڈر مینوفیکچر فرموں و درآمد کنندگان و مجاز نمائندگان سے طلب کئے جاتے ہیں۔
4۔ محکمہ صحت سے پری کوالیفیکیشن ہونا ضروری ہے۔
5۔ فہرست تقابلی مرتب کی جاتی ہے۔
6۔ سب سے کم ریٹس دینے والی فرموں کو پرچیز کمیٹی کی منظوری کے بعد سپلائی آرڈرز دیئے جاتے ہیں۔
7۔ ڈرگ ٹیسٹنگ لیبارٹری کی رپورٹ موصول ہونے کے بعد بذریعہ بنک ڈرافٹ پیمنٹ کی جاتی ہے۔

(ب) ضلع میں ادویات کی سٹوریج کے لئے ائر کنڈیشنز سٹورز موجود نہ ہیں۔

محکمہ صحت، وہاڑی، بھرتی کی تفصیلات

*5204 جناب خالد محمود چوہان: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا محکمہ صحت ضلع وہاڑی میں محکمہ نے بھرتیاں مکمل کر لی ہیں؟
(ب) کیا کل خالی اسامیاں پُر کی گئی ہیں اور جن اسامیوں پر بھرتی کی گئی ہے ان کی تعداد بیان فرمائیں؟

وزیر صحت:

(الف) محکمہ صحت ضلع وہاڑی میں پیرا میڈیکل سٹاف کی تمام خالی اسامیاں جن کی گورنمنٹ نے اجازت دی تھی پُر کر لی گئی ہیں جبکہ درجہ چہارم کی 47 خالی اسامیوں پر بھرتیاں تکمیل کے مراحل میں ہیں۔
(ب) ایضاً۔ گیارہ پیرا میڈیکل سٹاف کی اسامیاں پُر کی گئی ہیں۔

وہاڑی، ہیپاٹائٹس کی روک تھام کے لئے فری کیمپس کا قیام

*5205 جناب خالد محمود چوہان: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

کیا ضلع وہاڑی میں محکمہ صحت نے ہیپاٹائٹس کی روک تھام کے لئے ہنگامی طور پر غریب لوگوں کو ٹیکہ جات کی فراہمی کی ہے یا کوئی ایسا کیمپ لگایا ہے جہاں پر عام لوگوں کو فری ہیپاٹائٹس کے ٹیکے لگائے گئے ہوں اگر نہیں تو وجہ بیان فرمائیں؟

وزیر صحت:

دوران سال 06-2005 ضلع وہاڑی میں محکمہ صحت میں ہیپاٹائٹس کی روک تھام کے لئے مبلغ -/2500000 روپے مختص کئے گئے جس میں سے مبلغ -/2498432 روپے کی ویکسین خریدی گئی جو کہ تمام رورل ہیلتھ سنٹرز، ڈی ایچ کیو اور ٹی ایچ کیو ہسپتالوں میں تقسیم کر دی گئی ہے، جہاں یہ ویکسین ضلع بھر کی غریب عوام کو مفت فراہم کی جا رہی ہے۔

سال 07-2006 کے لئے بھی ضلعی حکومت وہاڑی نے ہیپاٹائٹس ویکسین کے لئے -/2500000 روپے مختص کئے ہیں۔

ڈی جی خان، سخی سرور سول ہسپتال میں میڈیکل آفیسرز کی تعیناتی کا مسئلہ

*5247 محترمہ شہناز سلیم: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سخی سرور ڈی۔جی خان میں سول ہسپتال کب تعمیر ہوا، گزشتہ دو سال میں کتنے مریضوں کا علاج کیا گیا۔ کتنے مریضوں کو مفت ادویات دی گئیں تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) مذکورہ ہسپتال میں کتنے ڈاکٹرز، لیڈی ڈاکٹرز اور پیرا میڈیکل سٹاف ہے اور کتنے عرصہ سے تعینات ہے ان کے نام، پتے اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ میڈیکل آفیسرز (زنانہ و مردانہ) کی اسامیاں عرصہ دراز سے خالی ہیں جو محکمہ کے اعلیٰ افسران کی ملی بھگت سے پُر نہیں کی جا رہیں؟

(د) کیا حکومت مذکورہ ہسپتال میں میڈیکل آفیسرز (زنانہ و مردانہ) تعینات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) سخی سرور ڈی جی خان سول ہسپتال 1985 میں تعمیر ہوا گزشتہ دو سال میں جتنے مریضوں کا علاج کیا گیا کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

سال 2004، 2256 اور سال 2005، 5738 کل مریضوں کی تعداد 7994 مریضوں کو مفت ادویات فراہم کی گئیں۔

(ب) سخی سرور سول ہسپتال میں منظور شدہ سٹاف کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

1۔	لیڈی ڈاکٹر	2۔	لیڈی ہیلتھ وزیٹر
3۔	دوڈسپنسر	4۔	مڈوائف
5۔	لیب اسسٹنٹ	6۔	وارڈ سرونٹ
7۔	سویپر	8۔	چوکیدار

مذکورہ ہسپتال میں سٹاف کی تعیناتی نام و پتا جات اور عرصہ تعیناتی کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام مع عہدہ	بنیادی سکیل	پتا	تاریخ تعیناتی	عرصہ تعیناتی
1۔	ڈاکٹر غلام عابد حسین میڈیکل آفیسر (کنٹریکٹ)	17	چوٹی زیریں نواں شمالی ڈی جی خان	11-10-05	11 ماہ
2۔	ڈاکٹر نادیہ خان کھوسہ (کنٹریکٹ)	17	2۔بی ہائی وے کالونی نزد کالج چوک ڈی جی خان	22-10-05	10 ماہ
3۔	لیڈی ہیلتھ وزیٹر	9	گزشتہ 9 ماہ سے خالی ہے۔		
4۔	غلام سرور ڈسپنسر ریگولر	6	نزد شیل پٹرول پمپ جام پور	22-10-05	10 ماہ

5۔	عزیزالٰہی ڈسپنسر ریگولر	6	سخی سرور روڈ ڈی جی خان	04-10-04	2سال
6۔	خلیل احمد لیبارٹری اسسٹنٹ	5	پیر قتال روڈ ڈی جی خان	07-02-2000	6سال 1ماہ

(ج) سخی سرور ہسپتال میں ایک میڈیکل آفیسر اور ایک وومن میڈیکل آفیسر زکنٹریکٹ پر تعینات ہیں، محکمہ صحت کے افسران کی مکمل کوشش رہی ہے کہ سول ہسپتال کنٹریکٹ کی بنیاد پر تعیناتی کی جارہی ہے تاکہ علاقہ کے لوگ مستفید ہوسکیں۔

(د) سول ہسپتال سخی سرور میں پہلے سے میڈیکل آفیسر زنانہ، مردانہ تعینات ہیں۔

الائیڈ ہسپتال فیصل آباد، ایکسرے مشینز سے متعلقہ تفصیلات

*5253: **ملک اصغر علی قیصر**: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں کتنی ایکسرے مشینز ہیں؟

(ب) یہ کب کتنی لاگت سے خرید کی گئی تھیں؟

(ج) ان کی مرمت پر سال 2000 سے آج تک کتنی رقم خرچ ہو چکی ہے؟

(د) ان میں سے کتنی چالو اور کتنی کب سے خراب ہیں؟

(ہ) خراب مشینوں کی مرمت کے لئے کتنی رقم درکار ہے، نیز کب تک ان کو چالو کر دیا جائے گا؟

(و) ان سے روزانہ کتنے مریض مستفید ہوتے ہیں، فی مریض کتنی فیس وصول کی جاتی ہے؟

(ز) ان کو آپریٹ کرنے والے ملازمین کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر صحت:

(الف) الائیڈ ہسپتال میں چھ عدد ایکسرے مشینیں ہیں۔

(ب) تفصیلی جواب ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔ پانچ مشینیں 1987 میں جاپان سے donation میں ملی تھیں ایک مشین 2005 میں 68800 امریکن ڈالر میں خریدی گئی۔

(ج) اس کا جواب ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔ آج تک مبلغ آٹھ لاکھ اکتیس ہزار روپے خرچ ہوئے ہیں۔

(د) ان چھ میں سے چار مشینیں چالو حالت میں ہیں جبکہ دو مشینیں خراب ہیں۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) مشینوں کی مرمت کے لئے ایک لاکھ اسی ہزار روپے خرچ ہوں گے اور ایک ماہ کا عرصہ درکار ہوگا۔

(و) ان ایکسرے مشینوں پر اوسطاً روزانہ 400 مریضوں کے ایکسرے ہوتے ہیں، تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے، ایکسرے کی فیس مبلغ -/50 روپے ہے۔

(ز) ریڈیوگرافر، ایکسرے مشین اسسٹنٹ اور ایکسرے مشین آپریٹر کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں سی ٹی سکین مشینز سے متعلقہ تفصیلات

*5254 **ملک اصغر علی قیصر:** کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں کتنی سی۔ٹی سکین مشینز ہیں؟

(ب) یہ کب کتنی لاگت سے خرید کی گئی تھیں؟

(ج) ان کی مرمت پر سال 2000 سے آج تک کتنی رقم خرچ ہو چکی ہے؟

(د) ان میں سے کتنی چالو اور کتنی کب سے خراب ہیں؟

(ہ) خراب مشینوں کی مرمت کے لئے کتنی رقم درکار ہے، نیز کب تک ان کو چالو کر دیا جائے گا؟

(و) ان سے روزانہ کتنے مریض مستفید ہوتے ہیں۔ فی مریض کتنی فیس وصول کی جاتی ہے؟

(ز) ان کو آپریٹ کرنے والے ملازمین کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر صحت:

(الف) دوعدد سی ٹی سکین مشینز الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں ہیں۔

(ب) ایک مشین 87-1986 میں اور دوسری 1993 میں دونوں مشینز جاپانی گرانٹ اسسٹنس کے تحت ہسپتال کو دی گئیں۔

(ج) ان کی مرمت پر سال2000 سے2005 تک کل-/65,75,130روپے خرچ ہو چکے ہیں۔

(د) اس وقت ایک مشین(1986والی) خراب اور ایک چالو حالت میں ہے۔

(ہ) ایک مشین کی مرمت متعلقہ فرم سے کروادی گئی ہے، رقم کی تفصیل جز(ج) میں درج ہے جبکہ دوسری مشین اپنی لائف پوری / کنڈم ہو چکی ہے۔

(و) روزانہ اوسطاً25مریض مستفید ہوتے ہیں۔

فیس برائے سی ٹی سکین اس طرح ہے:۔

1۔ 10فیصد مریض فری کئے جاتے ہیں۔

2۔ میڈیکل کالج و الائیڈ ہسپتال اور کالج آف پیرا میڈیکل کے ملازمین کا سی ٹی سکین فری کیا جاتا ہے۔

3۔ ہسپتال میں داخل مریضوں کی فیس برائے سکین ایک ہزار روپے ہے۔

4۔ دوسرے گورنمنٹ اداروں کے ملازمین کے لئے فیس-/500روپے ہے۔

5۔ فیس برائے ری سکین-/350روپے ہے۔

6۔ پرائیویٹ ہسپتالوں کے مریض اور او پی ڈی مریض کی فیس-/1500روپے ہے۔

7۔ سی ٹی سکین پیٹ وسینہ-/2000روپے ہے۔

(ز) مشین کو آپریٹ کرنے والے ملازمین کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:۔

مارننگ شفٹ، محمد عارف، ٹیکنیشن گریڈ12، محمد احمد ایکسرے اسسٹنٹ گریڈ5،

ایوننگ شفٹ، عبدالرشید ریڈیو گرافر گریڈ6، محمد سرور ایکسرے اسسٹنٹ گریڈ6

نائٹ شفٹ، محمد شفیق ایکسرے اپریٹر گریڈ6

ولی محمد ریڈیو گرافر گریڈ6

ڈی ایچ کیو ہسپتال رحیم یار خان، وارڈز، بیڈز اور شعبہ جات کی تفصیل

*5349: انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ڈی ایچ کیو ہسپتال رحیم یار خان کب تعمیر کیا گیا تھا؟

(ب) اب یہ ہسپتال کتنے بیڈ پر مشتمل ہے؟

(ج) اس میں کتنے وارڈ ہیں؟

(د) اس میں کون کون سے امراض کے وارڈز ہیں؟

(ہ) ہر وارڈ کتنے بیڈز پر مشتمل ہے؟

(و) حکومت اس ہسپتال میں کون کون سے وارڈ کا مزید اضافہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ز) ان وارڈوں میں کن کن امراض کا علاج کیا جائے گا؟

وزیر صحت:

(الف) 1952 2-شیخ زید ہسپتال 1986

(ب) 650 بیڈز

(ج) 17 وارڈز

(د)

1-	میڈیکل 2	II-	ای این ٹی 1
III-	یورالوجی 1	IV-	آئی 1
V-	سکائٹری 1	VI-	ہڈی جوڑ 1
VII-	سی سی یو/کارڈیالوجی 1	VIII-	امراض سینہ وتپ دق 1
IX-	چلڈرن 1	X-	گائنی/لیبر روم 1
XI-	سرجری 1	XII-	نیورو سرجری 2
XIII-	ایمرجنسی 1	XIV-	پی پی/وی آئی پی بلاک 1

(ہ)

نام وارڈ	تعداد بیڈ
1-میڈیکل	84
II-ای این ٹی	20
III-یورالوجی	26
IV-آئی	30
V-سکائٹری	26
VI-ہڈی جوڑ	40
VII-سی سی یو/کارڈیالوجی	36
VIII-امراض سینہ وتپ دق	36
IX-چلڈرن	60
X-گائنی/لیبر روم	62
XI-سرجری	86
XII-نیورو سرجری	48

XIII-ایمرجنسی 30

XIV-پی پی/وی آئی بلاک 66

(و) 16مزید وارڈز کا اضافہ کرنے کا ارادہ ہے۔

(ز)

i. Infectious Diseases

ii. Diseases of Heart and Blood vessel.

iii. Diseases of Nervous system.

v. Diseases needing surgery

v. Diseases of liver & intestines.

vi. Diseases of chest.

vii. Diseases of bones & Joints.

viii. Diseases of women.

ix. Diseases of children.

x. Diseases of skin.

xi. Psychiatric Diseases.

xii. Diseases of kidney & urinary bladder.

xiii. Diseases needing brain surgery.

xiv. Diseases needing cardiac surgery.

xv. Oncology ward.

xvi. Radiotherapy ward.

یہ اضافی وارڈ اس لئے ضروری ہیں کیونکہ میڈیکل کالج میں اگر100 طالبعلم ہر سال داخل کئے جائیں تو ہر50طالب علموں کے لئے ایک وارڈ چاہئے اور100 طالب علموں کے لئے دو وارڈ ہر شعبہ کے چاہئیں۔

پی پی-239رحیم یار خان کے ہسپتالوں میں منظور شدہ اور خالی اسامیوں کی تفصیل

*5350:انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں:کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پی پی-293رحیم یار خان میں قائم ہسپتالوں، آر ایچ سنٹرز اور بی ایچ یوز کے نام اور جگہ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) ان ہسپتالوں اور سنٹروں میں کتنے ڈاکٹرز کام کر رہے ہیں؟

(ج) ان ہسپتالوں اور سنٹروں میں ڈاکٹرز کی کتنی اسامیاں خالی ہیں، تفصیل علیحدہ علیحدہ سنٹر وار فراہم کی جائے؟

(د) ان ہسپتالوں اور سنٹروں میں پیرا میڈیکل سٹاف کی منظور شدہ اور خالی اسامیوں کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ہ) کیا اس حلقہ کی تمام یونین کونسلز میں ہیلتھ سنٹر قائم کئے جا رہے ہیں؟

(و) جن یونین کونسلز میں ابھی تک ہیلتھ سنٹر نہ ہیں، حکومت کب تک، ان یونین کونسلز میں ہیلتھ سنٹر قائم کرے گی؟

وزیر صحت:

(الف) پی پی-293رحیم یار خان میں ایک بنیادی مرکز صحت قائم ہے جو کہ بستی خیر پور کھڈالی یونین کونسل امین گڑھ میں موجود ہے۔

(ب) بنیادی مرکز صحت خیر پور کھڈالی میں ایک میڈیکل آفیسر تعینات ہے۔

(ج) کوئی سیٹ خالی نہ ہے۔

(د) ہر ایک بنیادی مرکز صحت پر درج ذیل پیرا میڈیکل سٹاف موجود ہیں۔

1-	میڈیکل ٹیکنیشن	1عدد
2-	ڈسپنسر	1عدد
3-	لیڈی ہیلتھ وزیٹر	1عدد
4-	دائی	1عدد

(ہ،و) حلقہ پی پی-293 میں کوئی ایسی یونین کونسل نہیں جہاں ہیلتھ سنٹر موجود نہ ہو۔

پی پی-297، ضلع رحیم یار خان، میں قائم ہسپتالوں، منظور شدہ و خالی اسامیوں کی تفصیلات

*5353: شیخ عزیز اسلم: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پی پی-297 رحیم یار خان میں قائم ہسپتالوں، آر-ایچ-سنٹرز اور بی ایچ یوز کے نام اور جگہ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) ان ہسپتالوں اور سنٹروں میں کتنے ڈاکٹرز کام کر رہے ہیں؟

(ج) ان ہسپتالوں اور سنٹروں میں ڈاکٹرز کی کتنی اسامیاں خالی ہیں، تفصیل علیحدہ علیحدہ سنٹر وار فراہم کی جائے؟

(د) ان ہسپتالوں اور سنٹروں میں پیرا میڈیکل سٹاف کی منظور شدہ اور خالی اسامیوں کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ہ) کیا اس حلقہ کی تمام یونین کونسلز میں ہیلتھ سنٹر کام کر رہے ہیں؟

(و) جن یونین کونسلز میں ابھی تک ہیلتھ سنٹر نہ ہیں، حکومت کب تک ان یونین کونسل میں ہیلتھ سنٹر قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر صحت:

(الف) پی پی-297 رحیم یار خان میں ایک بنیادی مرکز صحت قائم ہے جو کہ بستی خیر پور کھڈالی یونین کونسل امین گڑھ میں موجود ہے۔

(ب) بنیادی مرکز صحت خیر پور کھڈالی میں ایک میڈیکل آفیسر تعینات ہے۔

(ج) کوئی سیٹ خالی نہ ہے۔

(د) ہر ایک بنیادی مرکز صحت پر درج ذیل پیرا میڈیکل سٹاف موجود ہیں۔

1-	میڈیکل ٹیکنیشن	1 عدد
2-	ڈسپنسر	1 عدد
3-	لیڈی ہیلتھ وزیٹر	1 عدد
4-	دائی	1 عدد

(ہ،و) حلقہ پی پی-293 میں کوئی ایسی یونین کونسل نہیں جہاں ہیلتھ سنٹر موجود نہ ہو۔

ٹی ایچ کیو ہسپتال صادق آباد سے متعلقہ تفصیلات

*5354: شیخ عزیز اسلم: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ٹی ایچ کیو ہسپتال صادق آباد کب تعمیر کیا گیا تھا؟

(ب) اب یہ ہسپتال کتنے بیڈ پر مشتمل ہے؟

(ج) اس میں کتنے وارڈز ہیں؟

(د) اس میں کون کون سی امراض کے وارڈز ہیں؟

(ہ) ہر وارڈ کتنے بیڈز پر مشتمل ہے؟

(و) حکومت اس ہسپتال میں کون کون سے وارڈ کا مزید اضافہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ز) ان وارڈوں میں کن کن امراض کا علاج کیا جائے گا؟

وزیر صحت:

(الف) ٹی ایچ کیو ہسپتال صادق آباد سال 1952 میں تعمیر کیا گیا۔

(ب) ٹی ایچ کیو ہسپتال صادق آباد 80 بیڈز پر مشتمل ہے۔

(ج) اس میں کل چار وارڈز ہیں۔

(د) اس میں جنرل وارڈ، جنرل سرجیکل وارڈ، چلڈرن وارڈ اور گائنی وارڈ ہے۔

(ہ) وارڈز میں درج ذیل بیڈز ہیں (مردانہ 30)(زنانہ 30)(ایمر جنسی مردانہ 10)(گائنی ایمر جنسی زنانہ 10)

(و) گائنی وارڈ کا قیام

(ز) زچہ وبچہ کی نگہداشت اور علاج معالجہ کی سہولیات۔

سرگنگارام ہسپتال لاہور، بورڈ آف گورنرز کی عمارت کی تعمیر اور متعلقہ دیگر تفصیلات

*5357 **جناب محمد آجاسم شریف:** کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سرگنگارام ہسپتال لاہور کے ایمر جنسی وارڈ (مزنگ بلاک) کے احاطے میں بورڈ آف گورنرز (ہسپتال) کے لئے خوبصورت عمارت تعمیر کی گئی تھی اس کی منظوری کس اتھارٹی نے دی۔

اگر اخبار میں اشتہار دیا گیا تو تاریخ، کتنے ٹھیکیداروں نے ٹینڈر میں حصہ لیا ان کے نام اور پتے، لاگت تعمیر، کب اور کتنے عرصے میں تعمیر ہوئی اور کتنے رقبہ پر ہوئی مکمل تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اب اس عمارت کو گرایا جا چکا ہے اس کی کس اتھارٹی نے منظوری دی۔اگر گرانے کے لئے اخبار میں اشتہار دیا تو تاریخ و تراشا اخبار، جن ٹھیکیداروں نے ٹینڈرز میں حصہ لیا ان کے نام، پتے، کتنی لاگت میں ٹھیکہ کس فرم کو الاٹ کیا تفصیل بیان فرمائیں؟

(ج) اس خوب صورت عمارت کو گرانے کی کیا وجوہات ہیں،اس رقبے کو اب کس مقصد کے لئے استعمال کیا جائے گا مذکورہ منصوبے کی مکمل تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس عمارت کو تعمیر کرنے اور گرانے پر سرکاری خزانے کو لاکھوں کا نقصان پہنچانے والے ذمہ دار افسران /اہلکاران کے خلاف ایکشن لینے اور رقم کی ریکوری کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) سرگنگا رام ہسپتال ایمر جنسی بلاک کے اندر نئی عمارت محکمہ خاندانی منصوبہ بندی نے بنوائی تھی۔سرگنگا رام ہسپتال نے اس عمارت پر کوئی رقم خرچ نہیں کی ہے۔

(ب)

I۔ یہ درست ہے کہ اس عمارت کو گرایا جا چکا ہے۔عمارت گرانے کی منظوری وزیر اعلیٰ پنجاب نے دی تھی۔بحوالہ چٹھی نمبر ایس او(ڈویلپمنٹ۔1)2004/9-4 مورخہ 04-05-28 کا پی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

II۔ یہ درست ہے کہ عمارت کو گرانے کا اشتہار اخبار میں دیا گیا تھا۔روزنامہ ''دن'' مورخہ 4-05-12

III۔ بلڈنگ گرانے کے لئے 26 ٹھیکیداران نے حصہ لیا۔لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

IV۔ بلڈنگ گرانے کا ٹھیکہ میسرز، ناصر محمود کنٹریکٹر کو مبلغ-/125000 روپے کا دیا گیا۔کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) اس عمارت کو گرا کر اس کی جگہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم پر نئی ایمر جنسی کی عمارت مبلغ 23 کروڑ روپے کی لاگت سے نئی ایمر جنسی جو کہ 100 بستروں پر مشتمل ہے تعمیر ہو رہی ہے۔

(د) غیر متعلقہ ہے۔

ایل ایچ وی پاس خواتین کے لئے ملازمت کی فراہمی

*5358 جناب محمد آجاسم شریف: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ LHV صوبہ میں پاس کرنے والی طالبات کی اکثریت بے روزگار ہے جس کی وجہ سے اس کورس میں داخلہ نہ لینے کا رجحان بڑھ رہا ہے حالانکہ مذکورہ کورس پر حکومت لاکھوں روپے سالانہ خرچ بھی کرتی ہے؟

(ب) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت صوبہ میں زنانہ پیرامیڈیکل سٹاف کی خالی اسامیوں پر بھرتی کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) یہ درست نہ ہے کہ صوبہ بھر میں LHV کا کورس پاس کرنے والی طالبات کی اکثریت بے روزگار ہے اور نہ ہی LHV کلاس میں داخلہ لینے کا رجحان کم ہوا ہے۔

(ب) اس وقت بنیادی مراکز صحت میں 2456 سیٹیں اور دیہی مراکز صحت میں 295 سیٹیں ہیں۔ پنجاب ہیلتھ سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت تمام مراکز صحت پر ایک اضافی سیٹ برائے LHV مختص کی جا چکی ہے۔ باقی خالی سیٹوں پر تقرری کے لئے حکومت پنجاب نے متعلقہ E.D.Os کو سیٹیں پُر کرنے کی ہدایات جاری کر دی ہیں۔

شیخ زید ہسپتال رحیم یار خان، سرکاری ادویات کی چوری اور حکومتی کارروائی کی تفصیل

*5429 چودھری محمد شفیق انور: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ شیخ زید ہسپتال رحیم یار خان کا عملہ ہسپتال سے ادویات چوری کر کے لے جاتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا اور ان کے گھروں سے بھی لاکھوں روپے کی چوری شدہ ادویات برآمد ہوئیں جس پر ان کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ دوران انکوائری ادویات کی چوری میں صرف اہلکاران ہی ملوث نہیں پائے گئے بلکہ افسران اور ڈاکٹرز کی ملی بھگت سے عرصہ دراز سے ادویات چوری ہو رہی تھیں مگر مقدمہ میں صرف چھوٹے اہلکاران کو ہی نامزد کیا گیا جبکہ افسران اور ڈاکٹرز سیاسی اثر ورسوخ کے ذریعے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے؟

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو رجسٹرڈ مقدمہ میں نامزد ملزمان کی کل تعداد کتنی ہے۔ان کے ناموں کی تفصیل مع سرکاری عہدہ اور ان سے کل کتنی مالیت کی چوری شدہ ادویات برآمد ہوئیں نیز مقدمہ میں اب تک ہونے والی پیشرفت سے ایوان کو آگاہ کیا جائے اور آیا دوران انکوائری متذکرہ سکینڈل میں ملوث دیگر افسران و ڈاکٹرز کے خلاف بھی حکومت کسی قسم کی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر صحت:

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے کہ شیخ زید ہسپتال رحیم یار خان کا عملہ ہسپتال سے ادویات چوری کر کے لے جاتا تھا اور ان کے گھروں سے چوری شدہ ادویات برآمد ہوئیں جس پر ان کے خلاف باقاعدہ ایف آئی آر درج کرائی گئی۔ نقل ایف آئی آر (Annex-A) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) فی الحال یہ درست نہ ہے۔پولیس تفتیش میں مصروف ہے۔دیگر کسی افسر کے خلاف شہادت ملنے پر پولیس حسب ضابطہ کارروائی کرے گی اور محکمانہ کارروائی بھی کی جائے گی۔

(ج) رجسٹرڈ مقدمہ میں نامزد ملزمان کی تعداد 16 ہے اور مبلغ -/88,185 روپے مالیت کی ادویات برآمد ہوئیں۔

1۔ عمران انجم ولد غلام محمد آپریشن تھیٹر اٹنڈنٹ
2۔ عمران گورمانی ولد احمد بخش آپریشن تھیٹر اٹنڈنٹ
3۔ سرفراز ولد محمد ایوب آپریشن تھیٹر اٹنڈنٹ
4۔ جعفر عقیل ولد محمد اشرف آپریشن تھیٹر اٹنڈنٹ
5۔ عاصم شہزاد ولد عبدالصبور آپریشن تھیٹر اٹنڈنٹ
6۔ ظفر اقبال ولد بشیر احمد آپریشن تھیٹر اٹنڈنٹ
7۔ شاہد اسلم ولد محمد اسلم آپریشن تھیٹر اٹنڈنٹ
8۔ صابر عباس ولد واحد بخش آپریشن تھیٹر اٹنڈنٹ
9۔ زاہد حسین نمبر 1 ولد ولی محمد آپریشن تھیٹر اٹنڈنٹ
10۔ سیمسن مختار ولد مختار مسیح آپریشن تھیٹر اٹنڈنٹ
11۔ محمد اجمل ولد خدا بخش آپریشن تھیٹر اٹنڈنٹ

12۔ عبدالحمید ولد غلام محمد وارڈ سرونٹ

13۔ صادق مسیح ولد سردار مسیح ماشکی

14۔ یونس مسیح ولد مختار مسیح سینٹری ورکر

15۔ مشتاق مسیح ولد سردار مسیح سینٹری ورکر

16۔ الیاس مسیح ولد سردار مسیح سینٹری ورکر

ریگولر ملازمین کے خلاف نوکری سے نکالنے کے سپیشل پاور آرڈیننس 2002 کے تحت کارروائی کا آغاز کر دیا گیا ہے اور انکوائری تکمیل کے مراحل میں ہے۔

13 کنٹریکٹ ملازمین مفرور ہیں اور 3 ملازمین ضمانت پر ہیں۔

سرکاری ہسپتالوں میں پارکنگ فیس میں کمی کا مسئلہ

*5482 محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جنرل ہسپتال لاہور کی انتظامیہ نے پارکنگ فیس میں کمی کرتے ہوئے کار 5 روپے، موٹر سائیکل 2 روپے اور سائیکل کی پارکنگ فیس ایک روپیہ مقرر کی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ ہسپتال کی انتظامیہ نے ایمرجنسی میں آنے والے مریضوں کے لئے پارکنگ فیس بالکل ختم کر دی ہے؟

(ج) اگر جز (الف)، (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت لاہور اور صوبہ کے بڑے شہروں میں سرکاری ہسپتالوں میں عام پارکنگ فیس کم کرنے اور ایمرجنسی کی پارکنگ فیس ختم کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) ہاں! یہ درست ہے۔

(ب) ہاں! یہ درست ہے۔

(ج) صوبہ کے بڑے ہسپتال چونکہ خود مختار ہیں اس لئے ایسے تمام فیصلوں کا اختیار بھی ان کے بورڈ آف مینجمنٹ کے پاس ہے۔

ڈی ایچ کیو ہسپتال ڈی جی خان، کارڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ کا قیام

*5495۔ محترمہ لبنیٰ ثاقب ملک: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایک سال قبل گورنر پنجاب نے ڈیرہ غازی خان کے اپنے دورے پر ڈی ایچ کیو ہسپتال ڈیرہ غازی خان میں کارڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ کے لئے فنڈز دینے کا اعلان کیا تھا؟

(ب) کیا یہ فنڈز ڈی ایچ کیو یا محکمہ صحت کو مل چکے ہیں، اگر ہاں تو یہ فنڈز کتنے ہیں اور یہ کس کے پاس پڑے ہوئے ہیں؟

(ج) اس فنڈ سے ابھی تک مشینری کیوں خرید نہیں کی گئی ہے؟

(د) کیا حکومت اس فنڈ کو استعمال کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) درست ہے۔

(ب) ای ڈی او (ہیلتھ) کی رپورٹ کے مطابق گورنر آف پنجاب کے ڈائریکٹو پر مبلغ ایک کروڑ روپے ضلعی حکومت ڈیرہ غازی خان نے دیئے تھے۔

(ج) EDO(H) ڈی جی خان کی رپورٹ کے مطابق اس فنڈ سے کارڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ ڈی ایچ کیو ہسپتال ڈی جی خان کی مشینری کی خرید ہو چکی ہے۔

(د) یہ فنڈز جس مقصد کے لئے دیئے گئے تھے اس مقصد کے لئے خرچ ہو چکے ہیں۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: اب ہم Privilege Motions take up کرتے ہیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، عباسی صاحب!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! صبح بھی جیو ٹیلی ویژن نے بار بار یہ خبر نشر کی اور قومی پریس میں بھی آیا کہ مہاجر قومی موومنٹ نے کہا کہ پاکستان مسلم لیگ (ق) جماعت نہیں ہے [******]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! چودھری ظہیر صاحب سے کہیں کہ اس سے ہمارا استحقاق بھی مجروح ہوا ہے۔

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ پلیز تشریف رکھیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): پنجاب اسمبلی میں دو تہائی سے زیادہ اکثریت ہمارے (ق) کے دوستوں کی ہے۔ ان کو لوٹا کہا گیا ان کا استحقاق مجروح نہیں ہوا، ہمارا استحقاق مجروح ہوا۔ [******]

چودھری اصغر علی گجر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! میں اس مسئلے کو ایوان کے اندر رکھنا چاہتا ہوں کہ ایک ایسا شخص جو اس ملک کی سالمیت کے لئے خطرہ ہو اور اس ملک کے دشمن ہندوستان کے ساتھ مل کر اس کی سالمیت کے خلاف باتیں کرتا رہا ہو۔ ایک ایسا شخص جس نے پاکستان کے شہریوں کا قتل عام کیا ہو، ایک ایسا شخص جس نے پاکستان کی ملٹری کے لوگوں کو قتل کیا ہو، پھر وہی شخص جب اپنے دوستوں کے ہاں اپنی زندگی کو محفوظ نہیں سمجھتا تو اس ملک سے بھاگ جاتا ہے، پھر اسی شخص کو ہمارے اس ملک کے وزیر اعظم اور ہمارے اس ملک کے پریذیڈنٹ وہاں جا کر اس کو عزت دیتے ہیں اور اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ جب وہ ان سے مل کر آتے ہیں تو پھر وہی شخص ان کی جماعت کو گالی دیتا ہے۔

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ پلیز تشریف رکھیں۔

چودھری اصغر علی گجر: پھر وہی شخص اشتہاری ہے---

جناب سپیکر: چودھری صاحب! تشریف رکھیں، پلیز تشریف رکھیں۔ تحریک استحقاق نمبر 39 مہر اشتیاق احمد صاحب کی ہے۔ ان کی جانب یہ application آئی ہے لہذا یہ موشن 10 تاریخ تک pending کی جاتی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ٹریژری بنچز پر بیٹھے ہمارے دوست ہیں اور خاص کر چودھری ظہیر الدین صاحب بات سن کر بڑی شرمندگی محسوس کر رہے ہیں تو آپ انہیں اس شرمندگی سے نکالیں اور انہیں جواب دینے دیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! یہ مسلم لیگ کے کندھے پر سر رکھ کر اپنے اپنے دکھ رو کر بیان کر رہے ہیں۔ ان کی اپنی تکالیف ہیں۔ ہم تو یہ اکثر کہتے ہیں کہ وہ سیاسی بیانات ہوتے ہیں ان سے ہم قومی یکجہتی کے ماحول کو خراب نہیں کرنا چاہتے۔ جو کہا جاتا ہے اس کا جواب مناسب طریقے سے مناسب وقت پر دے دیا جائے گا اور دوسرا عباسی صاحب نے جو کہا ہے کہ مسلم لیگ کو کچھ کہنے سے ہمارا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ یہ اندر سے ہمارے پاس آ چکے ہیں اب انہوں نے کھل کر بیان کر دیا ہے کہ ان کا استحقاق مجروح ہو گیا ہے اس لئے ہم مناسب وقت پر مناسب جواب دیں گے لیکن اس سے قومی یکجہتی کو کوئی فرق نہیں آئے گا۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: عباسی صاحب! تشریف رکھیں۔ اب ہاؤس کو چلنے دیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میری مراد یہ تھی کہ یہ اس بات کی تردید نہیں کریں گے کہ یہ مستند ہیں یا سرکاری ہیں۔ جنرل مشرف کیا کہتا ہے کہ ہم نے ان کو کس طرح بنایا اور یہ اس کی آج بھی تردید نہیں کر رہے۔ یہ بات ٹھیک ہے یا غلط ہے۔ یہ ہمارے ساتھی ہمارے ایوان کا حصہ ہیں اور دو تہائی اکثریت اس پنجاب کے ایوان کی ہے۔[*******]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ تحریک استحقاق نمبر 41، جناب حفیظ اللہ خان صاحب۔ یہ move ہو چکی ہے، اس کا جواب آنا تھا۔

جناب حفیظ اللہ خان: میری اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش ہو چکی ہے۔ اس کا جواب آنا تھا۔ جی، وزیر خزانہ!

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

زرعی ترقیاتی بنک منکیرہ (بھکر) کے ایم سی او اور قائم مقام منیجر کا معزز رکن اسمبلی کے خلاف نازیبا الفاظ کا استعمال

(---جاری)

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں نے کل محرک کو درخواست کی تھی کہ اس کو ایک دن کے لئے آگے کر لیں۔ زرعی ترقیاتی بنک نے ان متعلقہ افسران کا تبادلہ بھی کیا ہے اور تحریری طور پر ہمارے معزز رکن سے معافی بھی مانگی ہے لیکن ابھی تک ان کی satisfaction نہیں ہوئی تو میں اس کو oppose نہیں کرتا۔ اگر جناب چاہیں تو اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیں۔

جناب سپیکر: میں یہ تحریک in order قرار دیتا ہوں اور مجلس استحقاقات کے سپرد کرتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب تحریک استحقاق نمبر 44 میاں محمد اصغر صاحب کی ہے۔

بہادر نگر فارم (اوکاڑہ) کے ڈائریکٹر کا معزز رکن اسمبلی سے نامناسب رویہ

میاں محمد اصغر: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ افزائش نسل حیوانات فارم بہادر نگر ضلع اوکاڑہ جو میرے حلقہ انتخاب میں ہے اس ادارے کے سربراہ ڈائریکٹر چودھری رشید نے اپنے ماتحت ڈپٹی ڈائریکٹر ڈاکٹر محمد اسلم کو قاعدہ اور قانون کے تحت جو اختیارات حاصل تھے، کسی قانونی جواز کے بغیر چھین کر اس کے ماتحت آفیسر کو تفویض کر دیئے۔ ڈپٹی ڈائریکٹر میرے پاس آیا تو میں اس کے اس جائز مسئلہ کے حل کے لئے بہادر نگر فارم میں ڈائریکٹر چودھری رشید کے دفتر میں مورخہ 12۔اگست 2006 کو گیا اور ان سے ڈپٹی ڈائریکٹر کے اختیارات واپس تفویض کرنے کے بارے میں request کی تو انہوں نے انٹر کام پر ڈپٹی ڈائریکٹر ڈاکٹر محمد اسلم کو میری موجودگی میں اپنے دفتر میں بلوایا۔ جونہی ڈپٹی ڈائریکٹر ان کے کمرہ میں داخل ہوا تو ڈائریکٹر چودھری رشید نے میری موجودگی میں اس کو گالیاں دینا شروع

کر دیں اور اس کو دھمکی دی کہ میں آپ کو سیاسی سفارش کروانے کا مزا چکھاؤں گا اور ملازمت سے برخاست کروا دوں گا۔ میں نے ان کی اس بات پر مداخلت کی اور ان کو کہا کہ آپ میرا کام کرنے کی بجائے میری موجودگی میں ہی ڈپٹی ڈائریکٹر کو گالیاں دے رہے ہیں اور اس کو ملازمت سے برخاست کروانے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اس طرح آپ میری توہین کر رہے ہیں۔ اس پر ڈائریکٹر مذکور سیخ پا ہو گئے اور انھوں نے کہا کہ آپ ایم پی اے صاحبان کو مجھ جیسے افسران کے دفتر میں آنے کے آداب کا پتا نہیں۔ آپ لوگ جب چاہتے ہیں ہمارے دفتر میں چلے آتے ہیں اور مجھ جیسے افسران کو ڈسٹرب کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے میرے خلاف اور بھی نازیبا زبان استعمال کی اور مجھے دفتر سے چلے جانے کی دھمکی دی اور کہا کہ جاؤ آپ میرے خلاف جو کرنا چاہتے ہیں کر لیں، میں آپ کا کام نہیں کرتا اور نہ ہی آپ کو ایم پی اے مانتا ہوں۔ ان کے ان نازیبا الفاظ اور ناروا سلوک سے نہ صرف میرا بلکہ اس ایوان کا بھی استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر لائیو سٹاک!

وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! میاں صاحب ہمارے لئے قابل احترام ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ یہ مسئلہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جاتی ہے۔ اب تحریک استحقاق نمبر 45 مرزا فرقان علی مغل صاحب کی ہے۔

ای ڈی او (ایجوکیشن) ملتان کا معزز رکن اسمبلی سے نامناسب رویہ

مرزا فرقان علی مغل: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 22۔اگست 2006 سے حکومت نے محکمہ تعلیم میں تبادلوں پر سے پابندی ہٹائی اور اس سلسلے میں چند ٹیچرز کی سفارش کے لئے مجھے ای ڈی او (ایجوکیشن) ملتان کے دفتر میں جانے کا اتفاق ہوا۔ چیف منسٹر پنجاب کے ڈائریکٹوز کی کاپی بھی میں نے ای ڈی او کو دی

اوران سے کہا کہ مہربانی کرتے ہوئے ان ٹیچرز کو حکومت کی پالیسی کے مطابق قریب کے سکولوں میں تعینات کر دیں۔ انھوں نے کہا کہ آپ دو دن کے بعد آئیں۔ دو دن کے بعد جب میں دوبارہ دفتر گیا تو انھوں نے انتہائی نامناسب رویہ اختیار کیا اور کہا کہ میرے پاس صبح آٹھ بجے سے شام پانچ بجے تک ایم پی ایز قطاریں لگائے بیٹھے رہتے ہیں۔ آپ بھی صبح آٹھ بجے آئیں اور شام تک بیٹھیں رہیں تو پھر دیکھیں گے اور چیف منسٹر کے ڈائریکٹوز کو ہم کیا جانیں۔ یہ میرا اختیار ہے کہ میں ٹرانسفر کروں یا نہ کروں۔ میں نے ان سے بار بار کہا مگر وہ بدتمیزی پر اتر آئے اور ممبران اسمبلی کے متعلق نازیبا کلمات استعمال کئے۔ لہذا ان کے اس رویے سے نہ صرف میرا بلکہ اس مقدس ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! معزز رکن نے جو تحریک استحقاق یہاں پر پیش کی ہے۔ اس کی اطلاع آپ کے سیکرٹریٹ سے کل ہمیں ملی ہے۔ میں نے اس حوالے سے ای ڈی او ملتان کو بلایا ہوا ہے۔ وہ میرے چیمبر میں آئے ہوئے ہیں۔ میں نے ان سے ساری بات چیت پوچھی ہے۔ میں یہ بھی چاہوں گا کہ میں معزز ممبر صاحب سے بھی بات کروں لیکن میری ابھی تک ان سے ملاقات نہیں ہوئی اور مجھے اتنا ٹائم نہیں ملا کہ میں اسے thrash out کر سکوں اس لئے میری آپ سے استدعا ہو گی کہ مجھے ٹائم دیا جائے تاکہ میں حقائق کے مطابق جواب دے سکوں۔ اگر ہمارے معزز ممبر کے ساتھ کوئی بھی زیادتی ہوئی ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کا میں خود بھی نوٹس لوں گا اور آپ کی وساطت سے ان کا استحقاق یقینی بنائیں گے۔ اس کے لئے مجھے ٹائم درکار ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرقان صاحب!

مرزا فرقان علی مغل: جناب سپیکر! میں عرض کروں گا کہ میری اس تحریک کو کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔ اس کے بعد جو معاملہ ہو گا تو ہم وہاں بیٹھ کر discuss کریں گے۔ میری معزز وزیر صاحب سے بھی گزارش ہے کہ میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ وہ میری اس تحریک استحقاق کو منظور کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کل تک ایک دن دے دیں تو پھر اس کے بعد فیصلہ کیا جائے گا۔

مرزا فرقان علی مغل: ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک استحقاق کل تک pending کی جاتی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! اسمبلی پر جو حملہ ہوا تھا۔ اس کے حوالے سے میں نے تحریک استحقاق دی تھی۔ اس واقعہ کی انکوائری فنانس کمیٹی کر رہی تھی اس کمیٹی کو یہ تحریک استحقاق refer کی گئی تھی۔ انھوں نے یہ تحریک استحقاق واپس کر دی ہے کہ ہمارا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ نے اس وقت یہ رولنگ بھی دی تھی کہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے اس کو ہر صورت probe کیا جائے گا۔ میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ مجھے بتایا جائے کہ اس تحریک استحقاق کا کیا مستقبل ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کی رپورٹ آ جائے پھر میں اس کے بارے میں کچھ کہہ سکتا ہوں۔

سید احسان اللہ وقاص: ٹھیک ہے۔

جناب حفیظ اللہ خان: جناب سپیکر! میری تحریک استحقاق نمبر 42 کو وزیر قانون صاحب نے سوموار تک کی مہلت لی تھی۔ اس کا کچھ نہیں بنا، وہ کمیٹی کے سپرد کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اسے کل take up کر لیں۔

جناب حفیظ اللہ خان: جناب سپیکر! اس میں کوئی ایسی بات نہیں اس کو کمیٹی کے سپرد کر دیں۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب کو وزیر اعلیٰ نے بلایا ہے تو وہ کہہ کر گئے تھے کہ میرے آج کے بزنس کو pending کروالیں میں کل آ کر جواب دے دوں گا۔ اسے کل تک pending کروالیں کیونکہ لاء منسٹر کو کوئی message آیا تھا وہ ذرا باہر گئے ہیں۔

جناب حفیظ اللہ خان: آپ اسے کمیٹی کے سپرد کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بالکل کیا جائے گا۔ کل تک آپ انہیں مہلت دے دیں انشاء اللہ ہو جائے گی۔

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر: اب تحاریک التوائے کار take up کرتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 677 سید احسان اللہ وقاص صاحب کی ہے۔

حکومت پنجاب کو صوبہ بھر کی مارکیٹ کمیٹیوں کی تشکیل میں ناکامی

سید احسان اللہ وقاص: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ ”نوائے وقت“ مورخہ 24۔ جولائی 2006 کی خبر کے مطابق پنجاب حکومت 9 ماہ گزرنے کے باوجود صوبہ بھر کی 134 مارکیٹ کمیٹیوں کی تشکیل میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ خبر کے مطابق حکومت پنجاب آج تک مارکیٹ کمیٹیوں کے حوالے سے یہ قانون بھی نہیں بنا سکی ہے کہ ایک مارکیٹ کمیٹی کی تحلیل کے بعد نئی مارکیٹ کمیٹی کی تشکیل کے لئے کتنی مدت درکار ہے۔ اس طرح قانون نہ بننے سے منظور نظر افراد کو تعینات کیا جا رہا ہے۔ حکومت مارکیٹ کمیٹیوں کی تشکیل عام انتخابات کے قریب کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تاکہ سیاسی فوائد حاصل کئے جا سکیں۔ خبر میں یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ 134 مارکیٹ کمیٹیوں میں تعینات ایڈمنسٹریٹر اب تک مراعات اور تنخواہ بھی سرکاری خزانے سے وصول کر رہے ہیں۔ نیز اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب نے مارکیٹ کمیٹیوں کی جانب سے پراپرٹی ٹیکس نہ دینے پر بھی شدید اعتراض کیا ہے اور ہدایت کی ہے کہ محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن مارکیٹ کمیٹیوں کی انتظامیہ سے کروڑوں روپے کا پراپرٹی ٹیکس وصول کرے۔ اس طرح ورلڈ بنک کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ مارکیٹ کمیٹیاں جن مقاصد کے لئے تشکیل دی گئی تھیں وہ ان مقاصد کو پورا نہ کر سکیں۔ اس خبر سے عوام میں تشویش پائی جاتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر زرعی مارکیٹنگ!

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب سپیکر! یہ ٹیکنیکل سا مسئلہ ہے۔ اگر آپ حکم کریں تو میں اس کا جواب پڑھ دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ضرور پڑھیں آپ کو پورا موقع دیا جاتا ہے۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب سپیکر! مسئلہ یہ ہے کہ مارکیٹ کمیٹیوں کی تشکیل Section 10 Punjab Agriculture Produce Ordinance کے تحت تین سال کے عرصے کے لئے کی جاتی ہے۔ حکومت زیر دفعہ 28 پنجاب زرعی پیداوار مارکیٹ آرڈیننس 1978 اگر محسوس کرے کہ مارکیٹ کمیٹی صحیح کام نہیں کر رہی یا اپنے اختیارات کا غلط استعمال کر رہی ہے تو مارکیٹ کمیٹی کو

super cede کر سکتی ہے۔ دفعہ 33 پنجاب زرعی پیداوار مارکیٹ کمیٹی آرڈیننس 1978 کے تحت گورنمنٹ کو ایمرجنسی اختیارات بھی حاصل ہیں۔ دفعہ 10 کے تحت تین سال عرصہ کی تکمیل کے بعد گورنمنٹ نئی مارکیٹ کمیٹی کی تشکیل کے لئے ایک تاریخ مقرر کرتی ہے یا پھر انہی ممبران کو نئی مارکیٹ کمیٹی کی تشکیل تک کام کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ گورنمنٹ نے تین سالہ میعاد کی تکمیل پر زیر قاعدہ 11 پنجاب زرعی پیداوار مارکیٹ جنرل رولز 1979 مارکیٹ کمیٹیوں کو تحلیل کر دیا ہے اور عارضی طور پر مارکیٹ کمیٹیوں کا انتظام و انصرام ایڈمنسٹریٹو صاحبان چلا رہے ہیں۔ مارکیٹ کمیٹیوں کی از سر نو تشکیل کے لئے حکومت نے ابھی تک تاریخ مقرر نہ کی ہے اور یہ معاملہ حکومت کے پاس زیر غور ہے۔

جناب سپیکر! اس سلسلے میں جہاں تک پراپرٹی ٹیکس کے بارے میں سید احسان اللہ وقاص صاحب نے اپنے خدشات کا اظہار کیا ہے تو پراپرٹی ٹیکس کے بارے میں معاملہ سپریم کورٹ آف پاکستان میں مارکیٹ کمیٹی اوکاڑہ اور عارف والا کے بارے میں زیر سماعت ہے۔ بعد ازاں فیصلہ تمام مارکیٹ کمیٹیوں پر اس کا اطلاق بمطابق apex court ہو گا جو عدالت عظمیٰ فیصلہ کرے گی اس کی تکمیل ہم کریں گے۔ جہاں تک ورلڈ بنک کی رپورٹ کا تعلق ہے تو مارکیٹ کمیٹیاں مطلوبہ مقاصد حاصل نہ کر سکی ہیں۔ اس ضمن میں وضاحت کی جاتی ہے کہ مارکیٹ کمیٹیاں ہی واحد ادارہ ہیں جو کہ زرعی مارکیٹنگ کے نظام کو صوبہ بھر میں اپنے محدود وسائل کے باوجود چلا رہا ہے اور اپنی آمدن کا 10 فیصد حصہ حکومت کو بھی دے رہا ہے اور حکومت کے خزانے سے ان کو کوئی امداد نہ دی جاتی ہے۔ نیا مسودہ قانون برائے زرعی مارکیٹنگ جو revamping/improvement of Agriculture Marketing کے حوالے سے لاء ڈیپارٹمنٹ کے پاس منظوری کے لئے زیر غور ہے اور آخری مراحل میں ہے۔ نئے قانون کے تابع مارکیٹ کی کمیٹیوں کے تحلیل ہونے کی صورت میں 90 دن کے اندر اندر انتخابات کرا دیئے جائیں گے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ یہ مارکیٹ کمیٹیاں بنیادی طور پر growers کے تحفظ کے لئے بنائی گئی ہیں اور ہماری بدقسمتی ہے کہ یہ ادارہ جو بڑا اچھا اور اہم تھا اس کو وہ تحفظ نہیں مل سکا اور وہ کردار ادا نہیں کر سکا جو اس کو کرنا چاہیئے۔ محترم وزیر موصوف نے جو اس کی وضاحت کی ہے اگر یہ اس کی یقین دہانی کراتے ہیں کہ یہ اتنی مدت کے اندر اندر اسمبلی میں لے

آئیں گے تو میں پھر اس پر زور نہیں دوں گا۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب سپیکر! جہاں تک قانون کی بات ہے تو میں on the floor of the House یقین دہانی کرواتا ہوں کہ انشاء اللہ العزیز بہت جلد اس کو کیبنٹ میں پیش کیا جائے گا اور اس کی منظوری کے بعد پھر ہم اس کو اسمبلی میں پیش کر دیں گے۔ اگلے سیشن میں انشاء اللہ پیش ہو جائے گا، قانون آخری مراحل میں ہے تو اس سے ان کے سارے خدشات دور ہو جائیں گے۔

سید احسان اللہ وقاص: انہوں نے اگلے سیشن کا وعدہ کیا ہے۔ ویسے فاریسٹ بل کے حوالے سے دو سال پہلے وعدہ کیا گیا تھا لیکن ابھی تک وہ بل نہیں آیا۔ ٹھیک ہے میں ان کی یقین دہانی کو accept کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ویسے قاسم نون صاحب کے آنے کے بعد مارکیٹ کمیٹیوں میں کافی پیشرفت ہو رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی محنت کر رہے ہیں۔ ویسے بھی یہ اچھے grower ہیں اور ان کو بھی احساس ہے اور آپ نے مزید ان کو احساس دلا دیا ہے کہ یہ بڑی اہم چیز ہے اس لئے اس کو یہ جلد پیش کر دیں گے۔ یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک 679 سید احسان اللہ وقاص صاحب کی طرف سے ہے۔

توحید پارک باغبانپورہ لاہور میں دن دہاڑے ڈاکوؤں کی فائرنگ سے کانسٹیبل کی ہلاکت

سید احسان اللہ وقاص: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 27۔ جولائی 2006 کی خبر کے مطابق باغبانپورہ لاہور میں ڈاکوؤں نے واردات کے دوران مداخلت کرنے والے راہ گیر کانسٹیبل کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا جبکہ 4 خواتین اور رکشا ڈرائیور سے زیورات اور نقدی لوٹ کر فرار ہو گئے۔ تفصیل کے مطابق دوپہر اڑھائی بجے کار سوار تین ڈاکوؤں نے پاکستان منٹ کے قریب سے موٹر سائیکل رکشا میں سوار 4 خواتین اور ان کے تین بچوں کا تعاقب شروع کیا۔ توحید پارک نادیہ گھی مل کے پاس خواتین رکشا سے اترنے لگیں تو ڈاکوؤں نے ایک بچے کی کنپٹی پر پستول رکھ کر تمام خواتین اور رکشا ڈرائیور سے مال و اسباب لوٹنا شروع کر دیا۔ اسی دوران قصور کا سی آئی اے ماڈل ٹاؤن میں تعینات کانسٹیبل

25 سالہ طارق سول کپڑوں میں وہاں سے گزرا۔اس نے ڈکیتی کا منظر دیکھااور موٹر سائیکل روکی تو ڈاکوؤں نے اس پر فائرنگ کر دی جس سے وہ شدید زخمی ہو گیا۔ڈاکو لوٹا ہوا مال لے کر فرار ہو گئے۔ اس واقعہ سے عوام میں غم وغصہ کے جذبات پائے جاتے ہیں۔لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس وقت لاء منسٹر صاحب موجود نہیں ہیں۔جو تمام تحریکیں داخلہ کے متعلقہ ہیں ان کو منسٹر صاحب کے آنے تک pending کر دیا جائے تو بہتر رہے گا۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں بھی گزارش کرنے لگا تھا کہ لاء منسٹر پہلی دفعہ ایک کام کے لئے تشریف لے گئے ہیں تو ان سے متعلقہ تحریکیں pending فرما دی جائیں۔میں نے یہی عرض کرنی تھی۔

جناب ارشد محمود بگو: لاء منسٹر صاحب نے ان کی باقاعدہ ڈیوٹی لگائی ہے کہ چودھری ظہیر صاحب ماشاءاللہ competent آدمی ہیں۔یہ جواب دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ یہی کہہ رہے ہیں کہ لاء منسٹر صاحب ان کو کہہ گئے ہیں کہ جب تک وہ نہیں آتے pending فرما دیا جائے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اگر کوئی منسٹر حاضر نہ ہو تو اس دن ہاؤس کا سارا بزنس pending ہو گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ پہلی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ آج لاء منسٹر صاحب کسی مجبوری سے گئے ہیں اور ویسے بھی آپ لوگ pending کرنے کے لئے اجازت دیتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: آخر انہوں نے کسی کے ذمے تو لگایا ہو گا تو یہ ذمہ داری کسی کو تو پوری کرنی چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ جس جواب سے مطمئن ہونا چاہتے ہیں وہ وزیر قانون ہی دے سکتے ہیں۔ جو اس معاملے میں expert ہیں۔جن کا متعلقہ محکمہ ہے وہ اس معاملے میں زیادہ آپ کو وضاحت کر سکتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پہلے لوٹے والی بات ہوئی تو اس کا بھی چودھری صاحب نے جواب نہیں دیا۔ اگر لاء منسٹر ہوتے تو وہ اس کا جواب دیتے یا تو یہ تسلیم کریں کہ یہ کوئی جواب دینے کے قابل نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ جواب دے سکتے ہیں He is a competent Minister ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن وہ یہ چاہتے ہیں کہ اگر لاء منسٹر صاحب خود جواب دیں تو بہتر رہے گا۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! ابھی دو منٹ پہلے لاء منسٹر اور رانا صاحب دونوں گفتگو فرما رہے تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ ان کے مشورے سے گئے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اب آپ ان کی غلط بیانی کا حال دیکھیں یعنی ویسے لاء منسٹر سے ملنا یا کسی معاملے پر ڈسکس کرنا کوئی عار نہیں ہے لیکن میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں آج ان سے ابھی تک ملا نہیں۔ (قہقہے)

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں نے اپنی گنہگار آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یہ وہاں پر بیٹھے مشورے کر رہے تھے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جس صوبے کے وزیر تعلیم کا یہ حال ہو گا کہ وہ اس طرح سے بناوٹ اور جھوٹ سے کام لے گا تو اس صوبے میں تعلیم کا کیا معیار ہو گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے خاص نظر سے آپ کو دیکھا ہے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! ملنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بے شک ملا کریں ہم ساتھی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی وہ مخصوص نظر قابل تحسین ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ نے غلط فہمی پیدا کر دی ہے۔ ان کی مخصوص نظر مجھ پر ہے یا لاء منسٹر پر ہے۔ (قہقہے)

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تو آپ نے خود فیصلہ کرنا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ ان سے پوچھ کر بتا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ آپ لوگوں نے خود فیصلہ کرنا ہے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! لاء منسٹر کی خصوصی نظر ان پر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تحاریک التوائے کار 679,682,683 اور 685 کو کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک نمبر 687 سید احسان اللہ وقاص، ڈاکٹر سید وسیم اختر، سید اعجاز حسین بخاری کی ہے۔ جی، ڈاکٹر سید وسیم صاحب!

ہارون آباد شہر کو مضر صحت پانی فراہم کرنے کی وجہ سے شہریوں میں پیٹ کی بیماریوں میں اضافہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "ایکسپریس" مورخہ 8-جولائی 2006 کی خبر کے مطابق ہارون آباد شہر کے ٹیوب ویلوں کے ذریعے پینے کا جو پانی فراہم کیا جا رہا ہے وہ ناکافی ہونے کی وجہ سے اس میں نہر سے براہ راست پانی شامل کر کے سپلائی کیا جا رہا ہے یہ پانی نہ صرف پینے کے لئے بلکہ ضروریات زندگی کے لئے انتہائی مضر ہے کیونکہ اس میں قصور کی فیکٹریوں سے نکلا ہوا فضلہ بھی شامل ہو جاتا ہے۔ جس سے پانی انتہائی بدبودار ہو جاتا ہے۔ گندے پانی کے باعث پیٹ کی بیماریاں، بخار اور یرقان کی بیماری بڑھتی جا رہی ہے۔ اس خبر سے عوام میں شدید اضطراب اور بے چینی و تشویش کی کیفیت پائی جاتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر ہاؤسنگ!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار میرے ڈیپارٹمنٹ سے متعلقہ نہیں ہے کہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ سے متعلقہ ہے۔ کیانی صاحب یہاں پر موجود نہیں ہے اس لئے اس کو کل تک کے لئے pending کر دیا جائے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! شہری پانی تو ان کے سپرد ہے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! میرا تعلق WASA کے ساتھ ہے اور WASA قصور میں نہیں ہے اور وہ پبلک ہیلتھ کے محکمے میں آتے ہیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کو کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 690 بھی داخلہ سے متعلقہ ہے ، رانا آفتاب احمد خان ، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری کی ہے چونکہ لاء منسٹر بھی موجود نہیں ہیں اس لئے اس کو کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک نمبر 693 حاجی محمد اعجاز، رانا آفتاب احمد خان، ملک اصغر علی قیصر!

مزنگ اسلامیہ پارک طارق روڈ لاہور کی تین سالہ بچی کی پتنگ کی تیز دھار ڈور سے ہلاکت

حاجی محمد اعجاز: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 16۔اگست 2006 کی ایک مؤقر اخبار کی خبر کے مطابق نیو اسلامیہ پارک مزنگ طارق روڈ لاہور کی تین سالہ خدیجہ یوسف اپنے دادا کے ہمراہ موٹر سائیکل کی ٹینکی پر بیٹھی علامہ اقبال روڈ، لاہور سے گزر رہی تھی کہ اچانک تیز دھار ڈور نے اس کی شہ رگ کاٹ دی جس سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ متوفیہ کے دادا ذوالفقار نے اسے سروسز ہسپتال میں پہنچایا مگر ڈاکٹروں نے ابتدائی طبی امداد دینے کی بجائے کہا کہ یہ ان کے علاقے کا کیس نہیں ہے۔ لہذا بچی کو متعلقہ علاقے کے ہسپتال میں لے جایا جائے۔ ڈاکٹروں کی غفلت اور ابتدائی طبی امداد نہ دینے اور خون زیادہ نکلنے کی وجہ سے بچی کی موت واقع ہوئی۔ سروسز ہسپتال کی انتظامیہ نے انسانیت کو پس پشت ڈال کر قوانین کی پاسداری کا نام لے کر چھ گھنٹے تک بچی کو مختلف ہسپتال اور تھانوں کا چکر لگوایا۔ بچی کا بروقت اور مناسب علاج نہ ہونے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی جس پر کسی بھی متعلقہ ڈاکٹر کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی جس کی وجہ سے عوام میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! ابھی تک اس کا جواب مجھے موصول نہیں ہوا لہذا مہربانی فرما کر اس کو pending کر لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب! یہاں پر میں بھی گزارش کرنا چاہوں گا کہ یہ اکثر ہوتا ہے کہ آج کل ہسپتالوں میں جب کوئی مریض جاتا ہے تو وہاں ڈاکٹرز اس کو فوراً ریفر کر دیتے ہیں دوسرا وہ

کہتے ہیں کہ جی، ڈاکٹ لے کر آئیں۔ اس وقت تک مریض کو اتنا نقصان ہو جاتا ہے کہ اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! آپ اس کو pending فرمادیں یہ بڑا اہم معاملہ ہے۔ براہ مہربانی! کل اس کا جواب آنا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی وہ یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ اس کا جواب دیں گے۔ اگلی تحریک نمبر 696 شیخ علاؤالدین کی ہے۔ جی، شیخ صاحب!

لاہور کے رہائشی علاقوں میں کثیر المنزلہ پلازوں کی تعمیر

شیخ علاؤالدین: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ لاہور میں ہر گلی، سڑک پر ہائی رائیز بلڈنگز اور پلازے تعمیر ہو رہے ہیں۔ دیکھنے میں آرہا ہے کہ تمام رہائشی علاقے اس وقت کمرشلائزیشن کے تباہ کن سیلاب کی زد میں ہیں۔ 30، 40 فٹ کی سڑکوں پر بھی ہائی رائیز بلڈنگز بنائی جا رہی ہیں۔ مستقبل قریب میں لاہور ایک chocked city بن جائے گا بلکہ بن گیا ہے۔ کمرشلائزیشن کے انٹرنیشنل طریق کار جس کے تحت ترقی یافتہ ممالک میں صرف specified areas اور کمرشل زون میں ہی ہائی رائیز بلڈنگز کی اجازت ہوتی ہے جس کو قطعاً مدنظر نہیں رکھا جا رہا صرف لالچ مدنظر ہے۔ آنے والی نسلیں ہمیں کیسے یاد کریں گی۔ اس کا اندازہ لگانا مشکل نہ ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر ہاؤسنگ!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! اس کا جواب ابھی تک موصول نہیں ہوا میں چاہوں گا کہ اس کو کل تک کے لئے pending کر دیا جائے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ وقفہ تحاریک التوائے کار کا حال دیکھ لیں کہ کوئی غیر حاضر ہے تو کسی کی تیاری نہیں ہے اور کسی کو جواب موصول نہیں ہوا۔ اجلاس میں جواب لے کر آنا، تیاری

کر کے آنا اس کا کوئی اصول نہیں ہے، کوئی قاعدہ قانون نہیں ہے، آپ اس کا بھی نوٹس لیں۔ آپ کے ہاتھ میں اس وقت یہ چوتھی تحریک التوائے کار ہے جس کا یہی حشر ہو رہا ہے بلکہ اگر وزارت داخلہ والی شامل کریں تو میرے خیال میں آج جتنی بھی تحاریک take up ہوئی ہیں سبھی کے ساتھ یہی کچھ ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزارت قانون نے تو پہلی دفعہ آپ سے چھٹی لی ہے۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: لیکن جناب سپیکر! باقیوں کا بھی یہی حال ہے جبکہ ہم اخبارات میں یہ پڑھتے ہیں کہ قائد ایوان نے باقاعدہ میٹنگ لی ہے، ان کی سرزنش کی ہے، ان کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ حاضر رہا کریں بلکہ ایک ایک وزیر سے کہا ہے کہ ساتھ میں وہ تین تین ممبرز بھی لے کر آیا کرے لیکن حالت یہ ہے! آپ اس کا نوٹس لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔ اس کا جواب میں دیتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کا سوال انہوں نے مجھ سے کیا ہے اور اس کا جواب میں دے دوں۔ (قہقہے)

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! انہوں نے جو بات کی ہے کہ تیاری کر کے نہیں آتے، فلاں فلاں نہیں کر کے آتے میں اس بارے میں تھوڑا سا عرض کرنا چاہتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ ہمیشہ تیاری کر کے آتی ہیں کون کہتا ہے کہ تیاری کر کے نہیں آتیں۔ بہر حال یہ جو پوائنٹ raise کیا گیا ہے میں معزز وزیر سے بھی درخواست کروں گا کہ وہ محکمہ کو ہدایت کریں کہ وہ فوری اور بروقت جوابات سے آگاہ کر دیا کریں تاکہ اس کا جواب موقع پر دیا جا سکے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں آپ کے علم اور نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ باقاعدہ جب کوئی اجلاس شروع ہوتا ہے تو اس سے تقریباً 15 دن پہلے سیکرٹریٹ تمام محکموں کو سوالوں سے اور تحاریک التوائے کار سے متعلق لکھتا ہے کہ وہ جواب دیں لیکن یہ محکموں کی نااہلی ہے کہ کسی بھی تحریک استحقاق یا تحریک التواء کا جواب بروقت نہیں بھیجتے۔ یہاں پر اکثر وزراء یہی کہتے ہیں کہ جناب جواب موصول نہیں ہوا اور اس کو کل کے لئے pending کر لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اصل بات یہ ہے کہ جس تفصیل میں آپ اس کا جواب لینا چاہتے ہیں اس میں کئی ایسی چیزیں ہوتی ہیں کہ جن کی تفصیلات آنے میں دیر لگتی ہے اسی وجہ سے وہ آپ سے

مزید ایک آدھ دن مہلت لیتے ہیں تاکہ آپ کو مطمئن کر سکیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! لیکن آج تک ایسے نہیں ہوا کہ کسی منسٹر صاحب نے اٹھ کر یہ کہا ہو کہ میرے پاس جو جواب ہے وہ نامکمل ہے یا یہ مختصر ہے اور اس کے مفصل جواب کے لئے مجھے ٹائم چاہئے۔ ہمیشہ یہ کہا جاتا ہے کہ مجھے جواب موصول ہی نہیں ہوا اور یہی بات دو دو، تین تین دن ایک ایک تحریک سے متعلق چلتی رہتی ہے تو یہ وزراء صاحبان کی in competency ہے اور یہاں پر on the floor of the House یہ بات on record لانا چاہتا ہوں کہ جہاں تک پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت ڈاکٹر فرزانہ کا تعلق ہے تو وہ ہمیشہ حاضر بھی ہوتی ہیں اور ان کے پاس ہمیشہ جواب بھی ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ وزراء صاحبان کوشش کرتے ہیں کہ وہ آپ کو مطمئن کریں لیکن اگر کوئی جواب ان کو دیر سے موصول ہوا ہے تو میں دوبارہ اس اسمبلی کے floor سے ان افسران کو ہدایت دیتا ہوں کہ وہ مفصل جوابات مہیا فرمایا کریں۔ اگلی تحریک التوائے کار 697 شیخ علاؤالدین صاحب کی ہے۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ تحریک میں بعد میں پڑھوں گا پہلے 696 سے متعلق ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب وہ pending ہو گئی ہے اس لئے آپ یہ پڑھیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! کب تک pending ہوئی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! وہ کل تک pending ہوئی ہے۔

مشروبات میں جعلی کولا کی بھرمار سے ہیپاٹائٹس جیسی مہلک بیماریاں پھیلنے کا خدشہ

شیخ علاؤالدین: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ پنجاب بھر میں مختلف جعلی colas اور جعلی مشروبات کی لعنت اس وقت بدترین شکل اختیار کر چکی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق 70 فیصد سے زائد مارکیٹ consumption میں جعلی colas کا share ہے

جس سے لوگوں کی صحت تباہ ہو رہی ہے۔ خاص طور پر ہمارے teenagers جنک فوڈز chilled bottles کے ساتھ لیٹ نائٹ ہوٹلنگ کے رسیا ہو چکے ہیں۔ بھارت میں ایک ریسرچ کے نتائج میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ اصلی کولا میں بھی 4 سے 6 فیصد تک pesticides پائے گئے ہیں اور بھارتی پارلیمنٹ میں ان تمام کولاز پر پابندی لگانے پر بحث ہو رہی ہے۔ Hepatitis جیسی مہلک بیماریوں کی وجوہات بھی جعلی کولاز ہیں۔ فوری طور پر جعلی کولاز بنانے اور بیچنے والوں کو فولادی ہاتھوں سے اور سخت ترین سزاؤں سے ختم کیا جانا چاہئے۔ زیادہ تر مقامی پولیس ان مافیاز کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور بے بس ہے۔ اب واحد ذریعہ عوام کو اشتہارات کے ذریعے educate کرنے کا رہ گیا ہے جس سے جنک فوڈز اور خاص طور پر کولا مشروبات کا استعمال ترک کرنے میں مدد ملے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر صنعت!

وزیر صنعت: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے نہیں پتا کہ یہ تحریک میرے متعلقہ ہے لیکن اگر یہ کہتے ہیں کہ یہ شکایت انہوں نے جو لگائی ہے اور یہ تحریک پیش کی ہے---

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وزیر موصوف نے فرمایا کہ مجھے نہیں پتا کہ یہ تحریک پیش کی گئی ہے تو اگر وزراء کی یہی کارکردگی ہے تو ہم اس کارکردگی پر بطور احتجاج ٹوکن واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس موقع پر اپوزیشن ایوان سے ٹوکن واک آؤٹ کر گئی)

وزیر صنعت: جناب سپیکر! یہ تحریک صحت، فوڈ اور انڈسٹری کے متعلق بھی ہے۔ میرے پاس ابھی تک اس کا کوئی جواب آیا ہے اور نہ ہی تحریک کی کاپی ملی ہے۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہے اور اگر آپ کہتے ہیں کہ یہ میرے متعلقہ ہے تو میں کل تک اس کا جواب دے دوں گا۔ اگر یہ محکمہ صحت سے متعلقہ ہے یا فوڈ سے متعلق ہے---

MR. DEPUTY SPEAKER: This is something which is to be decided by the secretariat

اب تو یہاں یہ سوال نہ بنے کہ فلاں محکمہ ہے اور فلاں ہے تو اس کا کیا جواب دیں گے۔

وزیر صنعت: جناب سپیکر! پھر اسمبلی والے یہ فیصلہ کر دیں کہ اگر میرے متعلق ہے تو۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چیمہ صاحب! انہوں نے آپ کا لکھا ہے کہ صنعت کا ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! ابھی ہمارے معزز ساتھی منسٹر انڈسٹریز نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ establish بھی اسمبلی سیکرٹریٹ نے کرنا تھا کہ یہ کس ڈیپارٹمنٹ کو allocation ہے۔ ان کے پاس اطلاع نہیں آئی تو ان کے پاس یہاں پر جو بالکل صحیح انفارمیشن تھی وہ انہوں نے بیان کر دی۔ اس میں غلط بیانی کرنے کی انہیں کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اگر allocation of Ministry ہو چکی ہوتی اور ان کے پاس آچکی ہوتی تو وہ اس کو پڑھ دیتے۔ اب یہ ایک departmental errors کو منسٹر یا دوسرے ساتھیوں پر ڈالنا یہ غیر مناسب ہے۔ وہ تو انہوں نے اپنے تئیں احتجاج کی ایک روش اختیار کی ہوئی ہے وہ کرتے رہیں تو اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن وزیر موصوف نے جو کہا ہے کہ چونکہ ان کے علم میں نہیں تھا اور یہ ڈیپارٹمنٹ کی یا سیکرٹریٹ کی طرف سے allocation of department properly نہیں ہوا۔ اگر تینوں میں سے کس کے پاس ہے۔ تینوں منسٹرز میں سے کسی کو particularly کہا جاتا اور allocation of department ہو چکی ہوتی تو کوئی وجہ ہی نہیں تھی کہ منسٹر صاحب اس کو پڑھ نہ پاتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چیمہ صاحب! آپ کے پاس اس کی اطلاع آئی ہے؟

وزیر صنعت: نہیں، جناب سپیکر! میرے پاس اس کی کوئی اطلاع نہیں آئی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! جیسا کہ ابھی تک آپ استفسار بھی فرما رہے ہیں اور سیکرٹریٹ سے بھی پوچھ رہے ہیں کہ کس کو allocation کی گئی تو اس کے باوجود میں یہ گزارش کروں گا کہ Adjournment Motion ایک نشاندہی ہوتی ہے اور اس میں انہوں نے جعلی کولاز کی بات کی ہے اور جعلی کولاز بھرے جا رہے ہیں اور اس پر منافع لیا جا رہا ہے تو اس کے لئے

حکومت ہر وقت تحرک میں رہتی ہے اور اب بھی ہمارے فاضل دوست نے نشان دہی کی ہے تو اس کے لئے یہ جو اقدامات اٹھانے کے لئے ہمیں تجویز کریں گے تو ہم ان تجاویز پر عمل کریں گے اور اس کو بہتر سے بہتر کریں گے اور جعلی کولاز کو بننے سے روکا جائے گا۔ یہ میں آپ سے یہاں پر کہہ رہا ہوں۔

(اس مرحلہ پر اپوزیشن اپنا ٹوکن واک آؤٹ ختم کر کے ایوان میں واپس آ گئی)

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جب ہم باہر گئے تو چودھری ظہیر الدین صاحب جواب دے رہے تھے کہ بعض تحاریک التوائے کار جو پیش ہوتی ہے تو وہ اس تحریک التوائے کار سے متعلق بتا رہے تھے کہ اس کی allocation ٹھیک نہیں ہوئی اور مختلف departments میں چلا گیا۔ یہ اگر اس ایک تحریک التوائے کار کی بات ہوتی تو پھر یہ ان کی بات شاید مانی جا سکتی تھی لیکن یہ تو مسلسل چار پانچ تحاریک التوائے کار یہاں پر پیش ہوئی ہیں اور اسی طرح ان کی صورتحال ہاؤس کے سامنے ہے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہاؤس اس لئے یہاں پر بیٹھا ہے اور یہ باقاعدہ سیکرٹریٹ یہ نہیں کہ ان کو ایک گھنٹہ پہلے کرتا ہے۔ تحریک التوائے کار جب پیش کی جاتی ہے اور اس کے فوراً بعد متعلقہ ڈیپارٹمنٹ اور منسٹر کو بھیج دی جاتی ہے اور ڈیپارٹمنٹ اس کا جواب تیار کر کے منسٹر کو دے دیتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ اگر چودھری ظہیر الدین صاحب اس بات کا اعتراف کر لیتے کہ آئندہ یہ مسئلہ درپیش نہیں ہوگا بلکہ ہم اس پر تیاری کر کے اور اس پر پوری طرح sum up ہو کر آئیں گے تو یہ بات بھی اتنی نہیں تھی لیکن ایک تو بات جو ہے وہ غلط ہو اور پھر اس پر زور دے کر اس غلطی کو بھی نہ ماننے کا رویہ ٹھیک نہیں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! چودھری ظہیر الدین صاحب نے جو فرمایا ہے اور اس کے متعلق جناب ارشد محمود بگو نے بات کی ہے دراصل یہ بات وہی ہے جس کا ہم تقریباً پچھلے 4 سال سے عرض کرتے آ رہے ہیں جس کے متعلق پورا ملک دہائی دے رہا ہے۔ اب دیکھیں یہ کہہ رہے ہیں کہ

سیکرٹریٹ کو صحیح allocationنہیں ہوئی اور صحیح ڈیپارٹمنٹ کا پتا نہیں چلا انہوں نے ایک ایک ڈیپارٹمنٹ کے چار چار ٹکڑے کئے ہوئے ہیں اور ایک ڈیپارٹمنٹ پر انہوں نے تین تین منسٹر بٹھائے ہوئے ہیں اب سیکرٹریٹ بھی بچارہ کیا کرے، اسے کیا معلوم کہ یہ تحریک التوائے کار کس محکمے سے متعلق ہے اور اس محکمے کو انہوں نے کتنے حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے اور ہر حصے کا کون سا منسٹر ہے؟ یہ تقریباً 42,43منسٹرز ہیں اور اسی طرح سے پارلیمانی سیکرٹری ہیں ایک ایک محکمے کو انہوں نے تین تین جگہ پر تقسیم کیا ہوا ہے[*****]

MR. DEPUTY SPEAKER: I expunge these words from the record.

بات یہ ہے کہ اس میں ناقص governanceکی بات نہیں ہے یہ ایک misunderstandingکی بات ہے۔

رانا ثناء اللہ خان:[*****]

MR. DEPUTY SPEAKER: I expunge this from the record

رانا ثناء اللہ خان:[*****] یہ ان کی کارکردگی ہے۔ کروڑوں اربوں روپے یہ اپنے پروٹوکول پر خرچ کر رہے ہیں۔

MR. DEPUTY SPEAKER: I have already expunged this from the record

جی، ظہیر الدین صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں اور آپ کی خدمت میں نہایت ادب سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو تحریک التوائے کار کے بارے میں بات ہو رہی تھی میں نے گزارش کی کہ یہ ایک نشاندہی کے بارے میں تھی جس پر ہم کسی وقت بھی بات کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر منسٹر صاحب کے پاس اطلاع آئی ہوتی ان کو یہ کہنے میں کوئی عار نہیں تھی کہ میرے ڈیپارٹمنٹ نے جواب نہیں دیا لیکن ان کے ڈیپارٹمنٹ کو بھی اطلاع نہیں ہوئی اور دوسری بات جو انہوں نے ارشاد فرمائی کہ ہم پچھلے چار سال سے یہ کہتے آرہے ہیں یہ چار سال سے کیا نہیں

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

کہتے آرہے ہیں چار سال سے تو یہ استعفےٰ دینے کے بارے میں کہتے آرہے ہیں ہم ان کی کس بات پر اعتماد کریں کہ انہوں نے یہ کیا ہے۔ کیا ایک دفعہ بھی انہوں نے استعفیٰ دیا ہے؟ استعفیٰ دینے کے بعد ایک ماہ بعد وہ واپس لیتے ہیں جو بات کرتے ہیں اس میں کوئی وزن نہیں ہوتا اس لئے ان کی کسی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی اور یہی صورتحال ان کی اس وقت ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ چودھری صاحب نے کہا ہے کہ منسٹر صاحب کو سیکرٹریٹ کی طرف سے یہ تحریک التوائے کار موصول نہیں ہوئی۔ میرا چار سال کا تجربہ یہ ہے کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ میں جناب سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ اس سلسلے میں ایک کمیٹی تشکیل دے دیں جو اس تحریک التوائے کار کے متعلق مکمل رپورٹ اسمبلی میں پرسوں پیش کرے یہ میری آپ سے درخواست ہے اس لئے کہ یہ سچ کا سچ اور جھوٹ کے جھوٹ کا پتا چل جائے گا اگر یہ سیکرٹریٹ ہی اس میں faulty ہے اور اسی کا ہی قصور ہے تو پھر آئندہ اس کی اصلاح بھی ہو جائے گی اس لئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس سلسلے میں ہمارے دوستوں پر ہی کمیٹی تشکیل دے دیں ایک دو اپوزیشن میں سے ہوں وہ کل تک یا پرسوں تک اس تحریک التوائے کار کے متعلق ہاؤس کو بتا دیں کہ یہ کس کا fault تھا کہ یہ تحریک التوائے کار متعلقہ ڈیپارٹمنٹ کو allocate نہیں ہوئی۔ شکریہ

وزیر تحفظ ماحولیات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی!

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! یہ جو تحریک ہے اس کا تعلق انڈسٹری سے نہیں ہے جب انڈسٹری لگ جاتی ہے اور چل رہی ہوتی ہے خاص طور پر فوڈ انڈسٹری تو فوڈ انڈسٹری میں اس طرح کے مشروبات بن رہے ہیں اور ان کی کوالٹی خراب ہے تو فوڈ ایکٹ کے تحت کارروائی ہو سکتی ہے اور لوکل گورنمنٹ آرڈیننس کے تحت selling contaminated water is the crime تو یہ لوکل گورنمنٹ اور فوڈ ایکٹ کے تحت آتا ہے ان کے پاس اگر سوال گیا ہے یا نہیں گیا ان سے متعلقہ نہیں ہے بہر حال یہ بات ہم نے نوٹ کر لی ہے۔

جناب! یہ مفاد عامہ کا مسئلہ ہے کہ گھٹیا قسم کے مشروبات جس میں ہر طرح کا نقصان ہو سکتا ہے یہ ہم سب کا مسئلہ ہے انشاء اللہ ہم اس کو دیکھتے ہیں اور اس کی چیکنگ کرتے ہیں اگر یہ پایا گیا تو فوڈ ایکٹ اور لوکل گورنمنٹ آرڈیننس کے تحت ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ بہت important issue ہے اور میں سمجھتا ہوں۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اگر یہ فرض فرمالیں کہ for instance اگر سیکرٹریٹ نے کسی محکمے کو یہ تحریک ریفر کی اور وہ اس محکمے کی نہیں بنتی تھی تو پھر بھی ذمہ داری اس ڈیپارٹمنٹ منسٹر اور گورنمنٹ کی آتی ہے کہ اگر اس محکمے کی وہ تحریک نہیں تھی تو وہ refer back کرتے کہ جناب یہ ہمارے متعلقہ نہیں ہے۔ یہ فلاں ڈیپارٹمنٹ کے متعلقہ ہے اور اس کو فلاں ڈیپارٹمنٹ کو بھیج دیں لیکن حالت ان کی یہ ہے کہ آپ یہ دیکھ لیں کہ جتنے منسٹرز بیٹھے ہیں چودھری ظہیر الدین اور سب ان کے چہرے دیکھیں کہ ان کی ہوائیاں کیسے اڑی ہوئی ہیں یعنی وہ عید قربان سے پہلے وہ جو کہتے ہیں ناں بکرے کو چھری نظر آتی ہے اس کے چہرے کی ہوائیاں اڑ جاتی ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی تو عید الفطر آنی ہے بعد میں عید الاضحیٰ آنی ہے۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ان کی یہ حالت ہوئی ہے کہ کیونکہ ان کو اگلا سال اور اگلا الیکشن ان کو اسی طرح سے نظر آرہا ہے تو یہ ان کے چہرے دیکھیں کہ ان کی کیسے ہوائیاں اڑی ہوئی ہیں ان کی کسی بات میں sequence نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! ماہ رمضان میں کسی کے چہرے اڑے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ ان کے چہرے ہشاش بشاش ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ دیکھ لیں، آپ خود ان کے چہرے دیکھ لیں۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کے چہرے نورانی نظر آرہے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ان کے چہرے نورانی ہیں؟ آپ نے نور کی توہین کی ہے اگر آپ نے ان کے چہروں کو نورانی کہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہر مسلمان کا چہرہ نورانی نظر آتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ان چہروں پر ٹی وی کیمرے کی لائیٹ پڑ رہی ہے پھر بھی ان کے چہرے مرجھائے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں اس موقع پر ڈاکٹر سامیہ امجد سے کہوں گا کہ کوئی موقع کے لحاظ سے شعر سنا دیں۔۔۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب والا! ان کے لئے یہ شعر عرض ہے کہ:

اغیار کی جفائیں تو زخمی نہ کر سکیں
احباب کے خلوص کے مارے ہوئے ہیں ہم

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے ہی احباب کے خلوص کے مارے ہوئے ہیں محبت کے مارے انہوں نے استعفوں کے ڈھیر اپنے لیڈروں کو دے دیئے ہیں یہ وہ مارے ہوئے لوگ ہیں جو محبتوں میں مارے ہوئے ہیں اور یہ لوگ جو پوری قوم کے غدار اور دین دار ہیں تو ان کو غیروں نے کیا کہنا ہے یہ تو خود اڑے ہوئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جو شعر آپ نے رات سنایا تھا وہ شعر سنائیں، وہ شعر سنائیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! شعر عرض ہے کہ:

وہ جو پرے بیٹھے ہیں اور جو ان سے بھی پرے بیٹھے ہیں
وہ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم ان سے سڑے بیٹھے ہیں جو ان
سے بھی پرے بیٹھے ہیں، نہیں
ہم تو ان سے لڑے بیٹھے ہیں جو باہر بہت پرے بیٹھے ہیں
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ڈاکٹر جاوید صدیقی صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! شعر عرض ہے کہ:

بے دید سجن دی یاری توں ایویں سنج ہووے تاں ٹھیک اے
بے دید کڈائیں ڈکھ سکھ وچ ناں تھیسی مول شریک اے
نت وعدہ کریسی ملن دا نت ڈیسی غلط تریخ اے
کتا پال کے شاکر کھیر پلا بے دید کولوں تاں ٹھیک اے

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جو آپ نے فرمایا میں اس کی تصحیح چاہوں گا اور وضاحت چاہوں گا۔ آپ نے یہ فرمایا کہ وہ رات والا شعر ہے ناں وہ سنا دیں۔ جناب! آپ رات والے شعر کی جگہ اور وقت کا تعین فرما دیں۔ (قہقہے)

جناب ڈپٹی سپیکر: کل رات افطار ڈنر تھا اس وقت انہوں نے یہ شعر کہا تھا۔

رانا ثناء اللہ خان: یہ اب ٹھیک ہو گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کو ہمیشہ شک رہتا ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، نولاٹیا صاحب!

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! مرزا غالب صاحب نے ایسی ہی کسی صورتحال میں بڑی خوبصورت بات کی ہے کہ:

چلتے ہیں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ
اور پہچانتے نہیں ہیں ابھی راہبر کو یہ

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بی بی!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں کہ جتنی بھی حکومتی سائیڈ پر بیٹھی ہوئی ہماری لیڈی ممبران ہیں ان میں ڈاکٹر سامیہ امجد کافی reasonable خاتون ہیں اور ان کا تعلق صحت کے ڈیپارٹمنٹ سے ہے اس لئے میں سمجھتی تھی کہ وہ صحت کے ڈیپارٹمنٹ کے لئے زیادہ بہتر عورت ثابت ہو سکتی ہیں لیکن آج جس طرح سے ڈاکٹر سامیہ امجد نے، میں سمجھتی ہوں کہ ان کا قصور نہیں ہے actually ان کا سیاسی background نہیں ہے ان کو پتا نہیں ہے کہ politics کس چیز کا نام ہے۔ ہم پر اعتراض کرنے والے وہ خود یہ بھول گئے ہیں۔ [****]

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: I expunge this from the record.

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: اس سائیڈ پر باضمیر افراد بیٹھے ہیں ان کی پارٹیاں بھی ہیں ان کے لیڈر بھی ہیں ان کے پاس منشور بھی ہے اور ہر چیز ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو وقت کے ساتھ آتے ہیں اور پھر چلے جاتے ہیں---

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! انہوں نے آپ کے بارے میں بات نہیں کی انہوں نے جنرل بات کی ہے---

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: انہیں اپنے گریبان کے اندر جھانک لینا چاہئے کہ آپ کی politics کیا ہے یہ کیا کر رہے ہیں یہ ان کو نیچ دیا گیا ہے۔ مشرف صاحب نے اپنی کتاب میں کہا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ میں اس کا جواب دے رہا ہوں جو سوال آج raise کیا گیا ہے۔ about the question of cola، میں عرض کروں گا کہ اس پر کافی بحث ہو چکی ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! انہیں جواب دینے کا مجھے حق ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ بیٹھئے۔ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ میں نے اس بارے میں تمام خیالات سن لئے ہیں۔ منسٹر صاحبان کے بھی سن لئے ہیں، اپوزیشن کے بھی سن لئے ہیں۔ اسمبلی کے اجلاس کے فوری بعد میں اپنے سیکرٹریٹ سٹاف کی میٹنگ بلاؤں گا and I will ensure that these things will never happen again (نعرہ ہائے تحسین)

اس کی صحیح تشخیص کی جائے اور جس محکمے سے سوال کا تعلق ہو وہ سوال اس کو mark کیا جائے۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) شجاعت احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیے!

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) شجاعت احمد خان: جناب سپیکر! میں بھی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سوال گندم، جواب جو، اصل بات تو یہ ہو رہی ہے کہ adulteration of food which is a very serious problem اس میں یہ ہے کہ جو adulteration of medicine ہے اس سے بھی زیادہ اس چیز کو میں کہوں گا کہ میڈیسن تو بیمار آدمی کو دی جاتی ہے یہ تو تندرست آدمی وہاں بیمار ہو جاتے ہیں۔ اس میں قانون موجود ہے۔ یہ ہم سب کے لئے باعث تشویش ہے۔ یہ کس منسٹر کا ہے، کس نے جواب دینا ہے، یہ شاید کوئی technical mistake ہو گئی ہو گی لیکن میرا خیال ہے

کہ یہ فوڈ کے محکمہ سے متعلق سوال تھا۔اس میں کوئی اتنا فیثا غورث مسئلہ نہیں ہے۔یہ تو بحث کے لئے وہ ٹائم مانگ رہے ہیں کہ اس tendency کو arrest کیسے ہم نے کرنا ہے؟ میرا حلقہ سارا گاؤں کا ہے۔میرا زیادہ تر گاؤں کے لوگوں سے تعلق رہتا ہے۔جب بھی آپ جاتے ہیں تو سب سے پہلے آپ کی خاطر تواضع کوکا کولا اور سیون اپ سے کی جاتی ہے۔چونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ جو لوگ اچھے گھروں سے تعلق رکھتے ہیں وہ میکڈونلڈ میں چلے جاتے ہیں، کے ایف سی سے کھاتے ہیں، ڈبوں کا جوس پیتے ہیں، I think it is a very serious thing، اس کو بحث کے لئے ابھی open کرنا چاہئے۔ہم اس کو defend کر رہے ہیں۔اس پر بحث کرنے میں حرج کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں جی! یہ جو آپ نے بات کی ہے I also believe that it is a question of food adulteration، اسے ہم نے pending کر دیا ہے۔اس پر بحث ہو گی۔میں نے یہ نہیں کہا کہ بحث نہیں ہو گی لیکن پہلے جس محکمے نے جواب دینا ہے اس کے پاس یہ نوٹس جائے اور وہ تیاری کر کے آئیں اور اس کا جواب دیں، پھر اس پر بحث ہو سکتی ہے، ایسی کوئی بات نہیں۔فی الحال اس کو میں pending کرتا ہوں۔اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

مسودات قانون

(جو زیر غور لائے گئے)

مسودہ قانون (ترمیم) بارانی زرعی یونیورسٹی راولپنڈی مصدرہ 2004

(---جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم The University of Arid Agriculture Rawalpindi (Amendment) Bill 2004 لیتے ہیں۔جی، وزیر زراعت!

وزیر زراعت: جناب سپیکر! اس پر میں نے گزارش کرنی ہے کہ یہ بل پرائیویٹ لسٹ پر بڑی دیر سے آ رہا ہے لیکن اس پر ہم نے غور کیا ہے اور جو قانونی requirements ہیں ان کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن differences پیدا ہو گئے ہیں، یونیورسٹی کے، سنڈیکیٹ کے اور گورنمنٹ کے یکجا نہیں ہو رہے۔اگر اس پر ہمیں مزید وقت دیا جائے تو پھر ہم اس کو reshape کر کے یہاں پر لا سکتے ہیں۔اس طرح اس کو لینا میرا خیال ہے کہ مناسب نہیں ہو گا کیونکہ جو یونیورسٹی ہے،

سنڈیکیٹ ہے انھوں نے اس کوrejectکیا ہے، انہوں نے یہ کہا ہے کہ ہم اس کے نام کو تبدیل نہیں کر رہے اور نہ کرنا چاہئے کیونکہ ان کی ڈگری کا انٹرنیشنل ڈگری سٹینڈرڈ ہو چکا ہے۔ اگر ہم اس کو تبدیل کریں گے تو قباحتیں پیدا ہوں گی اور اس کے بعد پھر سٹوڈنٹس کےfurtherداخلوں کے لئے،further employmentکے لئے یہ کافی قباحتیں ہوں گی لیکن ہمیں اپنے ممبران، ہاؤس، پیر صاحب اورmoversکا احترام ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر زراعت: چلیں، جی۔ میں بعد میں بات کر لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کے بعد میں آپ کو ٹائم دیتا ہوں۔.Let him finish

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر اس سے پہلے ہی کا ہے۔ میں معزز رکن سے یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ بل ابھی پڑھا ہی نہیں گیا تو منسٹر صاحب اس کی وضاحت کیوں کر رہے ہیں؟ پہلے یہmoveہو جائے۔ یہ طریق کار نہیں ہے۔ یہ بل پہلے محرکmove کرے گا جس نے یہ دیا ہے۔ اس کے بعد منسٹر اس کوopposeکریں گے اور ان کی جوversionہے وہ آئے گی۔

آوازیں: یہmoveہو چکا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بگو صاحب! یہmoveہو چکا ہے۔ جی!

وزیر زراعت: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ ریزولیوشن پاس ہوئی۔ اسمبلی سیکرٹریٹ نے ڈیپارٹمنٹ کو بھیجا۔ اس ریزولیوشن کی بناء پر ہم نے یہ فائلmoveکی، That went to Governor، پہلےArid Universityکو گئی اورArid Universityکے سنڈیکیٹ جوhighestادارہ ہے، ان کا جوایڈمنسٹریٹو ادارہ ہے، انھوں نے معذرت کی کہ ہم اس کو تبدیل نہیں کرنا چاہتے، جب فائل واپس آئی تو ہم نے اس کو گورنمنٹ کی طرفmoveکیا اور ultimately گورنر جو کہ اس یونیورسٹی کے چانسلر ہیں انھوں نے بھی اس کی معذرت کر لی اور پھر ہم نے informکیا، اسی اثناء میں یہ بل پیش کر دیا گیا۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس بل کے جو رولز آف بزنس کی requirements ہیں وہ پوری نہیں ہوئیں۔ میں اس لئے اسےpendingکروانا چاہتا ہوں کہ اس کوpendingکر دیا جائے تاکہ ہم قانونیrequirementsپوری کر کے پھر کوئی واضح صورتحال آپ کے سامنے لے کر آئیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ممبران کو کوئی اعتراض

نہیں، ہمیں ہاؤس کا احترام ہے۔ ہمیں پیر صاحب کا احترام ہے لیکن ہم نے ایک قانونی شکل میں لا کر اس کو لے کر آنا ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ مہربانی فرما کر اس کو pending کر دیا جائے بلکہ sine die pending کیا جائے تاکہ ہم اس کو reshape کر سکیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس پر صرف بات تو اتنی سی ہے کہ یہ جو بارانی یونیورسٹی ہے اس کا نام ایک مذہبی شخصیت کے ساتھ منسوب کرنے کے لئے اس ہاؤس نے ایک ریزولیوشن پاس کیا تھا اور اس کے بعد کائرہ صاحب اس پر ایک بل لے کر آ گئے کہ اس کا نام اس طرح سے رکھ دیا جائے۔ اب یہ آپ دیکھ لیں کہ یہ بل نمبر 12(2004) کا ہے۔ اب آپ یہ اندازہ کریں کہ یہ دو سال سے اس چیز کو طے نہیں کر پائے کہ آیا یہ نام رکھا جانا چاہئے یا نہیں رکھا جانا چاہئے۔ انھوں نے اس کو oppose کرنا ہے یا اس کی حمایت کرنی ہے۔ اب جب یہ بل ہاؤس میں آیا، اس کے بعد پھر سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد ہو گیا۔ اب سٹینڈنگ کمیٹی نے اسے پاس کر کے بھیج دیا ہے تو اب اس کو ہاؤس میں بحث کرنے سے کون سا امر مانع ہے، ہمیں یہ بتائیں؟ جب سٹینڈنگ کمیٹی نے اس کو پاس کر دیا ہے اور کیا سٹینڈنگ کمیٹی میں گورنمنٹ کی نمائندگی نہیں ہے، وہاں پر ٹریژری بنچز کے آدمی نہیں بیٹھے؟ اب سٹینڈنگ کمیٹی نے جب اس کو منظور کر کے بھیج دیا ہے تو پھر اس کے بعد اب یہ بتائیں کہ کیا یہ صرف ایک نام سے منسوب لیجسلیشن جو ہے اگر وہ اپوزیشن ممبر کی طرف سے آ گئی ہے تو اس کو بھی یہ برداشت نہیں کرتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر زراعت!

وزیر زراعت: جناب سپیکر! یہ بات نہیں ہے رانا صاحب جو کہہ رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جب سٹینڈنگ کمیٹی کے پاس یہ بل گیا تو ہم نے وہاں پر گزارشات کیں کہ یہ یونیورسٹی مانتی ہے، نہ گورنر صاحب مانتے ہیں اور انھوں نے اس چیز کو رد کرنے کے بعد اس کو put کر دیا ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن ہم نے قانونی قباحتیں پوری کر کے کرنا ہے، جو requirements ہیں، رولز آف بزنس (32) جو ہے اس پر یہ complete نہیں ہوا۔ فرض کریں یہ پاس ہو جائے تو اس کے بعد پھر یہ بل Governor تک جائے گا اگر وہ اسی version پر گئے تو پھر what will happen، ہم

کہتے ہیں کہ اس سے پہلے۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب چلنے دیں۔.This is not the way. This is not the way ان کو بات کرنے دیں۔ میں آپ کو ٹائم دیتا ہوں۔.Let him finish

وزیر زراعت: فرض کرو کہ یہ بل پاس ہو جائے تو اس کے بعد یہ بل Governor تک جائے گا اگر وہ اسی version پر گئے تو پھر ?what will happen ہم کہتے ہیں کہ اس سے پہلے اس کے تمام قانونی تقاضے پورے کر لئے جائیں۔ اسی لئے میں اس کو pending کروانا چاہتا ہوں۔

جناب والا! محکمہ کی مخالفت، سنڈیکیٹ کی مخالفت اور گورنر صاحب کی طرف سے agree نہ کرنے کے باوجود یہ بل ہاؤس میں آ گیا ہے۔ اب اس مرحلے پر اسے رولز آف بزنس کا رول 32 deal کرتا ہے۔ اب ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ اس حوالے سے آیا دوسری یونیورسٹیوں سے consult کیا گیا ہے، administrative and financial پہلوؤں کو مدنظر رکھا گیا ہے، کیا حکومت کی permission seek کی گئی ہے۔ میں نے اس حوالے سے ایک فائل move کی ہے جو کہ still pending ہے، اس کا جواب ہی ابھی تک نہیں آیا۔ اگر اس کی اجازت ہو جاتی ہے تو پھر یہ cabinet میں جائے گا۔ اس کے بعد میں اس پوزیشن میں ہوں گا کہ اس بل کے بارے میں ہاں کروں یا ناں کہوں۔.This is the way تو میں یہ گزارش کروں گا کہ آپ مہربانی کر کے اس بل کو pending کر لیں تاکہ قانونی قباحتیں پیدا ہونے سے پہلے اس کو ٹھیک کر لیا جائے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! مجھے وزیر موصوف کی بات پر بڑا افسوس ہوا ہے۔ ماشاء اللہ لودھی صاحب بہت سینئر وزیر ہیں اور پچھلے کئی tenure سے وزیر بنتے چلے آ رہے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے صرف ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا سنڈیکیٹ کا ادارہ یا یونیورسٹی management سپریم ہے یا کہ یہ ہاؤس سپریم ہے؟ یہ بل سٹینڈنگ کمیٹی نے منظور کیا ہے اور سٹینڈنگ کمیٹی میں اکثریت حکومت کے لوگوں کی ہوتی ہے۔ حکومت اور لودھی صاحب کو چاہئے تھا کہ وہاں پر اس بل کو oppose کرتے اور اس بل کو اس کمیٹی میں pending کرواتے۔ جب محکمہ یا حکومت اس پر پوری ورکنگ کر لیتی تو پھر مجلس قائمہ سے اس کو پاس کروایا جاتا۔ انہوں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ لودھی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ ہم یہ بل پاس کر کے گورنر کو بھیجیں گے اور گورنر پھر واپس بھیج دے گا۔ کوئی بات نہیں گورنر واپس بھیج دے گا تو اسمبلی کو اختیار ہے کہ وہ اسے دوبارہ منظور کر لے تو میں لودھی صاحب سے درخواست کروں گا کہ اس بل کو مجلس قائمہ نے منظور

کر کے اس ہاؤس میں بھیج دیا ہے لہذا اب اس کو opposeکریں اور نہ ہی اسے pending کروائیں اس کو پاس ہونے دیں۔ صرف نام کی تبدیلی ہے اور پھر ان کی اپنی سٹینڈنگ کمیٹی نے اس کو approve کیا ہے۔ ہاؤس کی رائے ہے کہ یہ ہونا چاہئے تو پھر اس میں قباحت کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! آج صبح میری وزیر زراعت سے میٹنگ ہوئی تھی۔ یہاں پر آپ ایک قرارداد کے تحت کسی یونیورسٹی کا نام تبدیل کر رہے ہیں، ترمیم لا رہے ہیں۔ اس کا اثر میری درجنوں یونیورسٹیوں پر بھی پڑتا ہے۔ پہلے تو محکمہ زراعت محکمہ تعلیم سے concurrence لے، پھر محکمہ قانون سے پوچھا جائے کہ اس کی کیا legal implications ہیں؟ ہر ڈویژن کی سطح پر ایک یونیورسٹی ہے اگر کوئی بھی معزز ممبر اٹھ کر یہ کہنا شروع کر دے کہ جناب! آپ پنجاب یونیورسٹی کا نام بدل کر کسی اسلامی شخصیت کے نام پر رکھ دیں تو کیا یہ ممکن ہے؟ ہمیں اسلامی شخصیات کا بڑا احترام ہے لیکن اس کے سارے پہلوؤں کو دیکھنا ہوگا۔ اگر آپ ایک precedent بناتے ہیں تو پھر بعد میں ہو سکتا ہے کہ مجھے بھی اسی طرح treat کرنا پڑے گا۔

جناب سپیکر! وفاقی حکومت نے ایک Modal University Ordinance بنایا ہوا ہے۔ اب اس Modal Ordinance کی implementation چاروں صوبے کر رہے ہیں۔ نیا نام اور criteria بھی ہائر ایجوکیشن کمیشن نے دے دیا ہے جو کہ بحث کے دوران ہمیشہ میں نے معزز ممبران کو بتایا ہے۔ اب وفاقی حکومت کے اس آرڈیننس کی روشنی میں یہ ترمیم ہمیں ادھر بھجوانی پڑے گی۔ اس حوالے سے محکمہ تعلیم کا point of view بھی لازماً آنا چاہئے۔ نام بدلنے میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن پہلے اس کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے لیں کہ اس کا impact کیا ہوگا اسی لئے وزیر زراعت نے یہی کہا ہے کہ فی الوقت اس بل کو pending کر دیا جائے تاکہ ہم allied departments کی concurrence لے لیں اس کے بعد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حکومت خود آرڈیننس کے ذریعے اس کو move کر دے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! ابھی وزیر تعلیم صاحب نے تقریر فرمائی ہے اور آخر میں انھوں نے وہ بات بھی کہہ دی کہ جس پر ہمارا استدلال ہے۔ انھوں نے بالآخر یہ بات کہہ دی کہ یہ بل حکومت کی طرف سے پیش ہو جائے، آرڈیننس کی صورت میں آ جائے۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر یہ بل پاس ہو گیا تو اس کا میرے محکمہ پر بڑا مضر اثر پڑے گا۔ یہ ایک خود مختار ادارہ ہے اس میں صرف

نام کی تبدیلی ہاؤس کرنے جا رہا ہے۔ ایک معزز ممبر نے بڑی محنت کے ساتھ یہ بل تیار کر کے پیش کیا، اسے مجلس قائمہ کو refer کیا گیا اور مجلس قائمہ نے اس کو منظور کیا اور آج یہ ہاؤس میں آیا ہے جناب! اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اس کے کوئی مضر اثرات محکمہ تعلیم پر پڑیں گے اور نہ ہی دوسرے allied departments پر اس کے کوئی مضر اثرات پڑیں گے۔ آپ پورے چار سال کی قانون سازی اٹھا کر دیکھ لیں، کسی ایک جگہ پر بھی آپ کو ایسا version نہیں ملے گا جو کہ آج وزیر تعلیم صاحب نے کہا ہے کہ جی اس کا میرے محکمہ پر بڑا بُرا اثر پڑے گا۔ آئیے ذرا وضاحت فرما دیں کیونکہ ان کا تو محکمہ زراعت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے پھر ان کے محکمہ پر کیا بُرا اثر پڑے گا؟ اصل میں ان کی جو intention ہے وہ سامنے آ گئی ہے کہ جب ہم اس کو دیکھ لیں گے تو پھر اسے حکومت کی طرف سے پیش کر دیا جائے گا۔ اصل بات یہ ہے۔ ان کی بد قسمتی یہ ہے کہ آج وزیر قانون صاحب چھٹی پر ہیں اور ان سب کے ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے ہیں۔ کسی کو کوئی سمجھ نہیں آ رہی کہ ہم کدھر جائیں، کیا کریں، ہماری کیا direction ہونی چاہئے۔ حکومت کی ایک ally party نے جو بات کی ہے [*******]

جناب ڈپٹی سپیکر: میں اس کو ریکارڈ سے حذف کرتا ہوں۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ بل table ہو چکا ہے۔ اگر وہ bulldoze کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں لیکن وہ اس بل کو carry کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ وقتی طور پر وقت مانگ رہے ہیں تو انھیں دے دیں بجائے اس کے کہ اس کو controversial بنا دیا جائے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ ذرا یہ ملاحظہ فرمالیں۔ شیخ اعجاز صاحب نے جس چیز کا حوالہ دیا ہے وہ بے جا نہیں ہے۔ حکومتی بنچز اور گورنمنٹ کی intention اس سے پہلے بھی کئی دفعہ ظاہر ہوئی ہے۔ وہ یہ چاہتے ہی نہیں ہیں کہ اپوزیشن کی طرف سے کوئی ممبر ہاؤس کے بزنس یا قانون سازی میں حصہ لے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آج بھی اس بل کے متعلق ان کا یہی رویہ رہا تو پھر آئندہ سے اپوزیشن اس چیز کا بھی اہتمام کرے گی کہ ہماری طرف سے کوئی قرارداد آئے اور نہ ہی کوئی بل move کیا جائے۔ آپ اس کو ملاحظہ فرمالیں۔ میں ہاؤس کی توجہ چاہوں گا۔ آپ ذرا لودھی صاحب کو متوجہ کر دیں۔

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز۔ لودھی صاحب پلیز رانا صاحب کی طرف متوجہ ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں ہاؤس کی توجہ کے ساتھ ساتھ آپ کی بھی توجہ چاہوں گا۔ standing committee نے جو بل recommend کر کے ہاؤس میں بھیجا ہے یہ میرے پاس اس کی کاپی ہے۔ اس میں انھوں نے first میٹنگ کی، پھر next میٹنگ کی، اس کے بعد پھر third اور پھر forth میٹنگ میں اسے فائنل کیا ہے۔ یعنی اپنی چار میٹنگز کے بعد انھوں نے یہ recommendations دی ہیں:

Recommendations of the Committee: The Committee discussed the matter at length and observed that the Resolution moved by Syed Muhammad Rafih-ud-Din Bokhari, MPA (PP-211) had unanimously been passed by the Assembly in its meeting held on 13-1-2004 as it had not been opposed by the Minister for Agriculture. Secondly, there were many examples in which the name of the universities/cities in the province had been changed. Thirdly, several universities had already been named after the name of renowned saints and national heroes like Quaid-e-Azam University, Allama Iqbal Open University, Fatima Jinnah Women University, Baha-ud-Din Zikarya University etc and fourthly, despite repeated instructions by the Committee the Administrative Department had failed to place the matter before the Cabinet for seeking instructions in terms of rule 32 of the Punjab Government Rules of Business 1974. In the light of the observations of the Committee mentioned above, the Committee was convinced that there was no harm if the name of the renowned saint Pir Mehar Ali Shah was prefixed with the existing name of the University to read it as Pir Mehar Ali Shah Arid Agriculture University Rawalpindi. The

Committee thus unanimously decided to recommend to the Assembly that the Bill as introduced may be passed by the Assembly.

جناب سپیکر! سٹینڈنگ کمیٹی نے اس پر چار میٹنگز کی ہیں پھر انھوں نے اس معاملے کو پیش نظر رکھا کہ یہ قرار داد ہاؤس نے unanimously پاس کی ہے۔ وزیر زراعت نے اسے oppose نہیں کیا اور اس کے بعد انھوں نے ڈیپارٹمنٹ کو repeated instructions دیں کہ اگر ان کو کوئی objection ہے تو وہ سامنے لائیں۔ یہ سارا پروسیجر carry on کرنے کے بعد کمیٹی نے unanimously اسے recommend کیا ہے۔ کمیٹی کے 12 ممبرز میں سے 9 حکومتی پارٹی سے ہیں۔ اس پر اسمبلی کی ایک متفقہ قرار داد ہے اور پھر سٹینڈنگ کمیٹی کی بھی unanimously recommendation ہے تو پھر اب اسے oppose کرنے کی اور کیا وجہ ہے کہ یہ کائرہ صاحب نے move کیا ہے اور وہ اپوزیشن سے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کمیٹی کی سفارشات کو ہاؤس میں put کریں۔ سٹینڈنگ کمیٹی نے unanimously سفارشات پاس کی ہیں اور اس کی بنیاد اس ہاؤس کی ایک متفقہ قرار داد پر ہے۔ اگر یہ اس کو oppose کرنا چاہتے ہیں تو کریں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ انھیں oppose کرنے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ فی الحال اس کو pending کیا جاتا ہے اور منسٹر صاحب کو direct کیا جاتا ہے کہ آئندہ جب بھی take up ہو اس پر کوئی فائنل decision سامنے آئے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! یہ decision کہاں سے لائیں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے انھیں کہہ دیا ہے کہ انھوں نے جو بھی decision لینا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!۔۔۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر! رانا صاحب رولز آف بزنس کا rule 32 پڑھ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے اسے pending کر دیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وزیر زراعت فرما رہے ہیں کہ میں rule 32 پڑھ لوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ اس دن پڑھیں گے جب یہ take up ہو گا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! rule 32 اس سے متعلقہ نہیں ہے۔ rule 32 کے مطابق آپ نے کمیٹی کی ہدایت پر اس معاملے کو کیبنٹ میں رکھنا تھا۔ وہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ کمیٹی rule 32 کی پابند نہیں ہے اور نہ ہی یہ ہاؤس rule 32 کا پابند ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! میں نے اسے pending کر دیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ نے کس کی درخواست پر اسے pending کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے جو background بتائی ہے کہ اس پر بحث ہو چکی ہے اور سٹینڈنگ کمیٹی نے اسے پاس کیا ہے اور منسٹر صاحب بھی چاہتے ہیں کہ یہ carry out ہو تو میں نہیں چاہتا کہ controversy ہو جائے اور یہ bulldoze ہو جائے اس لئے میں نے اسے pending کیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جب محرک نے اس قرارداد کو take up کیا اور پھر سٹینڈنگ کمیٹی کی recommendations ہیں تو کس نے oppose کیا ہے اور کس بنیاد پر کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ وہ مزید ٹائم لینا چاہتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ?For what purpose وہ واضح کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ on behalf of government ٹائم لینا چاہتے ہیں اس لئے میں نے ان کو ٹائم دیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: پھر آپ اس کا ٹائم fix کر دیں۔ آپ یک طرفہ نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے یک طرفہ نہیں کیا بلکہ in the interest of this bill کیا ہے۔ رانا صاحب! جیسے آپ کہہ رہے ہیں اگر میں ابھی اس کو take up کرتا تو پھر وہ bulldoze ہو جاتا۔ میں نے اسے pending کر دیا ہے اور ساتھ ہدایت بھی دی ہے کہ next time it will be discussed openly

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ کا ہاؤس میں جو عمومی رویہ ہوتا ہے اور خاص طور پر اپوزیشن کی طرف ہم اس کے احترام کے پیش نظر اس وقت ہاؤس میں بیٹھے ہیں ورنہ ہمیں اس کے pending کئے جانے پر سخت اعتراض ہے۔ اب ہم آپ سے اتنی عرض کرتے ہیں کہ آپ اس کے لئے next Private Members Day کر دیں یا next session کر دیں لیکن آپ اسے

fixفرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے یہی ہدایت کی ہے کہ nextجب یہput upہوگا۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: اس طرح تو چھ ماہ بھی لگ جائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چھ ماہ نہیں بلکہ جتنا جلدی ہو سکے۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر! آپ کے pendingکرنے کے بعد اس طرح بات کرنا سینئر ممبر کا کام ہے؟ Is there any rule? آپ کی رولنگ کے بعد یہ insistکر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لودھی صاحب! میں نے پہلے بھی ہدایت کی ہے کہ جتنا جلد ہو سکے اسے take upکر لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں تو insistکر رہا ہوں اور نہ ہی assistبلکہ میں تو Chairسے requestکر رہا ہوں کہ آپ اس پر تھوڑی سی قدغن لگا دیں کہ next Private Members Dayیا اگلے اجلاس میں جو first Private Members Dayہو وہ فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری یہی directionہے کہ جتنا جلدی ہو سکے اسے take upکر لیں تاکہ اسے clearکیا جائے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! It should not be further kept pending after next sessionلہذا اگلے اجلاس تک pendingکر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے کہہ دیا ہے کہ جتنا جلدی ہو سکے۔ may be before that but it is up to them

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! But not after that

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے انھیں کہہ دیا ہے کہ جتنا جلدی ہو سکے اسے take upکر لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ دیکھیں کہ یہاں پر ساڑھے تین سال سے ڈاکٹر انجم امجد صاحبہ کا بل pendingپڑا ہے۔ عباسی صاحب کا بل تین سال سے pendingپڑا ہے۔ لہذا میری استدعا ہے کہ آپ اس میں کوئی ٹائم ضرور fixکریں۔ آپ نے یک طرفہ رولنگ دی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: You know the rules میں جو کہہ رہا ہوں آپ اسے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: لیکن وہ تو نہیں جانتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: Lets not fix the date میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جتنا جلدی ہو سکے۔

رانا ثناء اللہ خان: لیکن وہ نہیں جانتے اس لئے آپ ان کو بھی بتا دیں تاکہ وہ اس وقت تک تیاری کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تو جانتے ہیں؟

رانا ثناء اللہ خان: جی، میں تو جانتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بس ٹھیک ہے۔ میں نے کہہ دیا ہے کہ جتنا جلدی ہو سکے۔ فی الحال اسے pending کیا جاتا ہے۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیے!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں بھی آپ کے سامنے اپنا ماتم کرنے لگا ہوں کہ 2003 میں Torture Compensation Bill یہاں پر پیش ہوا اور اس پر بحث ہوئی۔ حکومت نے کہا کہ ہم اس صوبے میں پولیس تشدد اور کلچر کا خاتمہ چاہتے ہیں اور یہ بہت اچھا بل ہے لیکن ہم اسے تھوڑا سا ٹھیک کر کے اپنا بل لائیں گے۔ اس کے بعد میں نے دوبارہ وہ بل پیش کیا۔ میں آپ کی رولنگ چاہوں گا کہ آپ میرے بل کے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟ آپ اسے ایوان میں لانے کا حکم دیں بے شک ایوان اسے reject کر دے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں پیشگی تو کوئی فیصلہ نہیں سنا سکتا۔ Let it come and discuss یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ میں خود پہلے بتاؤں کہ میں نے کیا کرنا ہے let it come and discuss اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب والا! وہ بل اسمبلی سیکرٹریٹ کے پاس پڑا ہوا ہے۔ اسمبلی سیکرٹریٹ اسے move ہی نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جب وہ put up ہو گا تو then we will take up the issue

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب والا! وہ put up نہیں ہو گا۔ اسمبلی سیکرٹریٹ والے کہتے ہیں کہ سپیکر صاحب نے کہا تھا کہ حکومت اپنا بل لے کے آئے گی لیکن حکومت تین سال سے اپنا بل نہیں لا رہی۔ لہذا میری گزارش ہے کہ میرا بل ایوان میں پیش کیا جائے پھر بے شک اسے مسترد کر دیں۔ آپ اپنے سیکرٹریٹ کو ہدایت کریں کہ وہ آنے والے منگل میں میرا بل پیش کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جس وقت بل put up ہو گا اس وقت اسے discuss کیا جائے گا۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اگر آپ نے یہاں ان کو ہدایت نہ کی تو پھر میرا بل کبھی بھی اسمبلی میں نہیں آئے گا۔ اسمبلی سیکرٹریٹ والے بتاتے ہیں کہ ہمیں سپیکر صاحب کی ہدایت ہے کہ گورنمنٹ بل لائے گی لیکن گورنمنٹ چار سال سے بل نہیں لائی تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: اسمبلی کے کس بندے نے کہا ہے کہ سپیکر صاحب نے منع کیا ہوا ہے؟ ایسی باتیں ہاؤس میں نہیں کی جاتیں۔ (قطع کلامیاں)

I will not allow this. Do not doubt the integrity of the Speaker. This is the House and please keeps the integrity of the Speaker and don't doubt on the integrity of the Speaker. I will not allow this. When the Bill will come, I will take it up. Next Bill is University of Punjab (Amendment) Bill 2006.

جی، چودھری اصغر علی گجر!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب والا! میری بات تو سن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے آپ کو عرض کر دیا ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ You have taken it wrong

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب والا! اسے take up تو کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جب وہ آئے گی تو We will take up.

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب والا! آپ بات تو سن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے بھائی جب وہ بل یہاں پر آئے گا تو.We will take up

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب والا! آپ take upکریں گے تو آئے گا وہ کوئی آسمان سے آئے گا۔ میں نے دو دفعہ سیکرٹری کو اس کا نوٹس دیا دو دفعہ move کیا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں .Secretary is not answerable to this House آپ مجھے میرے چیمبر میں ملیں پھر اس پر بات ہو گی۔ تشریف رکھیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب والا! میں اس سلسلے میں سپیکر صاحب سے کئی دفعہ ملا ہوں۔ جب تک یہاں پر بات نہیں ہوتی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ چیمبر میں تشریف لے آئیں وہاں پر بات ہو جائے گی۔ Next is University of Punjab (Amendment) Bill 2006.چودھری اصغر علی گجر صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میں پھر ایک دفعہ آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ جو کائرہ صاحب کا بل آپ نے pendingفرمایا ہے وہ رولز کے مطابق اگلے پرائیویٹ ممبرز ڈے پر آ جانا ہے۔ لودھی صاحب کو آپ بتا دیں کیونکہ وہ پھر اگلی دفعہ کوئی نیا بہانہ لے آئیں گے تاکہ اگلی دفعہ یہ take upہو جائے۔ ان کو شاید اس بات کا پتا نہیں۔

وزیر مال: صرف آپ کو ہی پتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں آپ نے واضح کر دیا ہے۔

مسودہ قانون (ترمیم) پنجاب یونیورسٹی مصدرہ 2006

CH ASGHAR ALI GUJJAR: I move:

> "That leave be granted to introduce the University of the Punjab (Amendment) Bill 2006."

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is:

> "That leave be granted to introduce the University of the Punjab (Amendment) Bill 2006."

وزیر تعلیم: جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری اصغر علی گجر!

چودھری اصغر علی گجر : جناب والا! ہم نے یہ ترمیم اس لئے دی ہے کہ پنجاب کے اندر وائس چانسلر جب کبھی کسی اہل کار کے خلاف تادیبی کارروائی کرے تو اس کو اپیل کے لئے چونکہ سنڈیکیٹ میں جانا پڑتا ہے اور جب وہ سنڈیکیٹ میں اپیل کے لئے جاتا ہے تو سنڈیکیٹ کو chair بھی وائس چانسلر کرتا ہے۔ جب وائس چانسلر chair کرے گا وہ تو پہلے ہی اسے سزا دے چکا ہے۔ اس کے خلاف وائس چانسلر کو chair نہیں کرنا چاہئے۔ اس کا ثبوت پنجاب کے اندر موجود ہے پنجاب نے خود زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے اندر یہ ترمیم کی ہے کہ اگر کوئی وائس چانسلر کسی اہل کار کے خلاف تادیبی کارروائی کرے گا تو وہ سنڈیکیٹ کے اندر جب بات جائے گی تو وائس چانسلر اس کو chair نہیں کرے گا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ انصاف کے تقاضوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس میں یہ ترمیم کی جائے کہ کسی اہل کار کے خلاف اگر کوئی وائس چانسلر کارروائی کرے تو سنڈیکیٹ کے اندر جب اس کی اپیل جائے تو وائس چانسلر اس کو chair نہ کرے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: شکریہ۔ جناب سپیکر! جناب والا! چودھری اصغر علی گجر صاحب اور متعدد ساتھیوں نے جو یونیورسٹی آف پنجاب امینڈمنٹ بل سے متعلق جو ترمیم یہاں پر پیش کی ہے۔ میں نے بڑے مؤدبانہ انداز میں اس کو یہاں پر oppose کرنے کی جسارت کی ہے۔ اس سلسلے میں اس کی background ہاؤس کی اور معزز ممبر کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کروں گا۔ ایک تو ہاؤس کی اطلاع کے لئے یہ بتانا بھی بڑا ہی ضروری ہے اس وقت جتنی بھی یونیورسٹیاں ہیں اور خاص طور پر شیخ صاحب کو بھی بتانا ہے جو کہ ابھی ابھی اٹھ کر جا رہے ہیں۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن جو ہے تمام یونیورسٹیاں اس کے under ہیں ایرڈ یونیورسٹی راولپنڈی، زرعی یونیورسٹی فیصل آباد، ویٹرنری سائنسز ہے اس کے علاوہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج ہے یہ جتنی بھی یونیورسٹیاں بنی ہیں ان تمام یونیورسٹیوں کا چانسلر گورنر ہوتا ہے۔ فیڈرل گورنمنٹ میں جو ہائر ایجوکیشن کمیشن ہے وہ اب چاروں صوبوں کو direct کرتا ہے۔ اب ہائر ایجوکیشن میں اتنا تیزی سے focus آ گیا ہے کہ ہائر ایجوکیشن کمیشن بڑا active ہو گیا ہے۔ انہوں نے norms and criteria بدل ڈالے ہیں۔ اب آپ اگر کسی پرائیویٹ یونیورسٹی کا چارٹر لینا چاہیں تو اتنی آسانی سے نہیں ملتا۔ پہلے تو کرایہ کی

کوٹھیوں میں بھی چارٹر دے دیئے جاتے تھے۔اب جب تک آپ کی ملکیت نہیں ہوگی، جب تک آپ کے اکاؤنٹ میں بنک بیلنس نہیں ہوگا، جب تک آپ کچھ discipline نہیں شروع کریں گے اور جب تک faculty strong نہیں ہوگی تب تک یہ ہاؤس چارٹر پاس نہیں کر سکتا۔

جناب والا! norms and criteria بدل ڈالے اور accreditation committee بھی بدل ڈالی اور وائس چانسلرز کی تقرری کے لئے search committee پرائیویٹ سیکٹر میں بنادی گئی ہے جس کو بابر علی صاحب اور سرتاج عزیز جیسے لوگ head کرتے ہیں۔یعنی کہ محکمے نے اپنا اختیار pull-out کر لیا ہے اور پرائیویٹ سیکٹر کو involve کر لیا ہے۔پورے ملک میں یہ ہو رہا ہے، چاروں صوبوں میں یہ ہو رہا ہے اور ہم لوگ بڑی تیزی سے ترامیم بھی کر رہے ہیں اور اس میں ہم changes بھی لے کر آ رہے ہیں اور آپ کی اور دوستوں کی بھی مہربانی ہے کہ جب بھی کوئی ترمیم آتی ہے تو ہم اس کو unanimously پاس کر لیتے ہیں۔

جناب سپیکر! گجر صاحب کی یہ بڑی اچھی ترمیم ہے میں اس سے agree کرتا ہوں لیکن میری گزارش یہ ہوگی کہ ہمارا اپنا departmental work بھی ہوتا ہے صوبائی اور مرکزی حکومت کی ہدایات بھی آتی ہیں۔اس وقت ایک چانسلر کمیٹی بنی ہوئی ہے یعنی کہ چاروں گورنرز کی ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے ان کی صدر پاکستان کے ساتھ میٹنگ ہوئی وہاں پر ہائر ایجوکیشن کمیشن نے کہا کہ ماڈل آرڈیننس بنایا جائے ایک ماڈل آرڈیننس یونیورسٹیوں کا بنایا جائے جس کے تحت چاروں صوبوں میں جو اس وقت تقریباً 105 یونیورسٹیاں ہیں ان تمام کی ترامیم کی جائیں۔اب چاروں صوبے اس کی تیاری کر رہے ہیں اور ان کا مؤقف بھی بالکل درست ہے اور ان کی اس ترمیم کو ہم اس آرڈیننس کے ذریعے treat کر رہے ہیں۔اگر ہم یہ ایک ترمیم یہاں پر take up کر لیں تو صاف ظاہر پھر باقی تمام یونیورسٹیوں میں ترامیم لانا ہمارے لئے انتہائی ضروری ہو جائے گا۔

جناب والا! یہ وہی بات ہے جس طرح وزیر زراعت نے ترمیم لانا چاہی تو اس کا اطلاق میری یونیورسٹیوں پر بھی ہو جاتا ہے۔اس لئے میری گزارش یہ ہوگی کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ جلد ترمیم لائیں گے اور میں ان سے agree کرتا ہوں میں نے اس کے سارے سیکشن بھی پڑھے ہیں سیکشن 23 اور سیکشن 45 بھی میں نے پڑھا ہے۔ان کی بات ایک حد تک درست ہے ہم نے پہلے ہی اس کو take up کیا ہوا ہے ہم تمام یونیورسٹیوں کے چارٹرز بلوا رہے ہیں اور ان میں ہم خود سے ترامیم لے کر آ رہے ہیں۔اس وقت میں چاہوں گا کہ ان کی ترمیم کو بھی اس میں incorporate کر لیں

گے۔ جہاں تک ریکارڈ کی بات ہے تو میں عرض کروں گا کہ ان کی observation بالکل درست ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپیل کا جو ایک right ہے وہ کم از کم اس appellant کو دیا جائے اور جس نے سزا دی ہے چاہے وہ وائس چانسلر ہی کیوں نہ ہو وہ اس کمیٹی کو head نہ کرے۔ یہ بات ان کی بالکل درست ہے۔

جناب سپیکر! میری آپ کی وساطت سے یہ گزارش ہو گی کہ یہ اس کو پریس نہ کریں کیونکہ اس کو ہم اگلے اجلاس میں یا جب بھی ہماری تیاری ہو گی collectively تمام یونیورسٹیوں کی ترامیم ایک ہی دن لے کر آئیں گے۔ چودھری اصغر علی گجر صاحب میرے بڑے محترم ساتھی ہیں میں ان سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ وہ اس کو پریس نہ کریں۔ لہٰذا ان حالات میں یہ گزارش کروں گا کہ اس کو مسترد کیا جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھا جس بڑے مسئلے کے لئے وزیر تعلیم نے کوئی پندرہ منٹ ہاتھ ہلا ہلا کر تقریر کی ہے۔ یہ بالکل ہی simple مسئلہ تھا ایک ترمیم تھی اور ترمیم یہ تھی کہ فیڈرل شریعت کورٹ نے Petition No. 32 پر 1992 میں ایک judgement پاس کی تھی اور فیصل آباد زرعی یونیورسٹی کے ایک کیس کے سلسلے میں فیصلہ کیا تھا اور پنجاب گورنمنٹ کو یہ direction دی تھی کہ 42 سیکشن کو تبدیل کریں۔ یہی ترمیم ہم نے دی ہے۔ اگر وائس چانسلر کسی شخص کو کوئی سزا دیتا ہے اس کے خلاف تادیبی کارروائی کرتا ہے تو اس کی اپیل سنڈیکیٹ میں جاتی ہے۔ اب چونکہ سنڈیکیٹ کو chair وائس چانسلر کرتا ہے۔ شریعت کورٹ نے کہا کہ اپیل کے موقع پر وائس چانسلر سنڈیکیٹ کو chair نہ کرے۔ اس direction پر فیصل آباد یونیورسٹی میں یہ ترمیم کی تھی۔ ہر کام کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یہ بڑا اچھا ہے اپوزیشن نے چودھری اصغر علی گجر صاحب نے یہ بڑا اچھا کام کیا ہے لیکن یہ اپنی ترمیم واپس لے لیں اور ہم جو قانون خود لے کر آئیں گے وہ بھی اسی طرح لے کر آئیں گے اور اس میں ان کی آراء اور ان کی ترامیم کو شامل کر لیں گے۔ میں آپ سے صرف یہ درخواست کروں گا کہ یہ اس بات کے متعلق ensure کروا دیں کہ ہماری ترامیم کمیٹی میں پیش کریں گے اور اس کمیٹی میں یہ ہمیں بھی شامل کریں گے۔ اس یقین دہانی پر ہم اس کو پریس نہیں کریں گے اور اپنی اس ترمیم کو واپس لے لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! جب بھی کوئی اچھی ترمیم آئی ہے یا کوئی proposal اپوزیشن کی طرف سے آئی ہے تو میں نے ہمیشہ ان کی مشاورت سے ہی اس کو treat کیا ہے۔ میں نے جو آپ کو background بتائی ہے اور میں نے اپنی جونیت آپ کو بتائی ہے کہ ہمارا محکمہ یا ہماری وزارت پہلے ہی یہ ترمیم لانا چاہتی ہے۔ تو میں ریکارڈ کے لئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان کی proposals اور ترامیم بڑی اچھی ہیں ہم اس کی قدر کرتے ہیں اور جب ڈیپارٹمنٹ اس کو treat کرے گا یا deal کرے گا اور کوئی ترمیم لے کر آئے گا تو اس وقت جو کمیٹی اس کو deal کرے گی ہم ان کے ایک یا دو معزز اراکین کو اس کمیٹی میں ممبر رکھیں گے تاکہ ہم collectively and unanimously اس amendment کو لے کر آئیں۔

جناب سپیکر! میں لمبی بات اس لئے نہیں کرتا کہ کسی کو پریس نہیں کرنا ہوتا یا We have to play to the Press or to the Gallery. صرف یہ ہوتا ہے کہ معزز ممبرز کو بتایا جائے کہ ہم نے تیاری بھی کی ہے، ہمیں background کا بھی پتا ہے، ہمیں قانون کا بھی پتا ہے اور یہ ساری باتیں اس لئے کی جاتی ہیں تاکہ آنر ایبل ممبرز کی تسلی ہو جائے اور انہیں پتا چلے کہ ڈیپارٹمنٹ کی direction درست ہے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ معزز ممبرز کو یقین دلاتا ہوں کہ جب وقت آئے گا تو ہم اس میں ان کی مشاورت بھی رکھیں گے اور ہم انہیں کمیٹی میں بھی رکھیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ ٹائم بتا دیں کہ انہوں نے اگلی نئی اسمبلی میں کرنا ہے یا اسی اسمبلی میں کریں گے۔ میں exact ٹائم نہیں مانگتا، یہ صرف فرما دیں کہ یہ اسی اسمبلی میں ہوگا، اگلی اسمبلی میں نہیں ہوگا جس میں شاید میں نہ ہوں۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں سارا سوچ سمجھ کر کل انہیں ٹائم کا schedule بتا دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بگو صاحب! ایجوکیشن منسٹر صاحب آپ کا پورا احترام کرتے ہیں اور آپ کو اس میں شمولیت کا پورا موقع دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی اس یقین دہانی کے بعد یہ کریں گے I think you don't press and it is disposed of. اس کے بعد ہے The Zikarya University (Amendment) Bill 2006. اس کو بھی on the same basis dispose of کیا جاتا ہے۔

قرار دادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم محترمہ فائزہ احمد کی زیر التواء قرار داد لیتے ہیں۔

پنشنر کی وفات کے بعد اس کی فیملی پنشن 50 فیصد کی بجائے 100 فیصد کرنے کا مطالبہ

محترمہ فائزہ احمد: اس ایوان کی رائے ہے کہ:

"حکومت پنشنر کی وفات کے بعد اس کی بیوہ کی فیملی پنشن 50 فیصد کی بجائے 100 فیصد کر دے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرار داد پیش کی گئی ہے کہ:

"حکومت پنشنر کی وفات کے بعد اس کی بیوہ کی فیملی پنشن 50 فیصد کی بجائے 100 فیصد کر دے۔"

MINISTER FOR FINANCE: I oppose it, sir.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بی بی!

محترمہ فائزہ احمد: جناب سپیکر! اس قرار داد کا مقصد یہ تھا کہ ایک آدمی کی بیوہ کو پنشن ملتی ہے تو میرے اندازے کے مطابق موجودہ مہنگائی کی صورتحال کو اگر دیکھا جائے تو یہ پنشن ان کے گھر اور بچوں کے لئے ناکافی ہے اور مجھے اس قرار داد کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ میں سمجھتی ہوں کہ اس ایوان کو چاہئے کہ جہاں پر ہم صوبے کی بھلائی اور فلاح و بہبود کے لئے بہت نعرے لگا رہے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ ہم حقیقتاً ان چیزوں اور ایشوز کو دیکھیں کہ جس طرح مہنگائی روز بروز بڑھ رہی ہے، ہر مہینے مہنگائی کا ایک نیا بم ہم غریب لوگوں کے اوپر پھینک رہے ہیں اس حساب سے وہ لوگ جو اب اس دنیا میں نہیں اور ان کے لواحقین کا گزارہ ایک پنشن پر ہوتا ہے تو اس پنشن کی رقم اتنی کم ہے کہ اس فیملی کا گزارہ ناممکن ہے اور ایسی صورت میں اس اسمبلی کی طرف سے ایک positive step جائے کہ ہم ان کے لئے سوچتے ہیں اور ہم ان لوگوں کو ریلیف دینا چاہتے ہیں تو یہ ایک بہت بڑا قدم ہوگا اور میں نہیں سمجھتی کہ یہ 100 فیصد کرنے سے ان کے لئے کوئی بہتر situation ہو لیکن پھر بھی صورتحال کچھ بہتر ہو سکتی ہے تو میرا مقصد تھا کہ ان فیملیز کو موجودہ مہنگائی سے جو

پریشانی ہے اس میں ان کے لئے تھوڑا ریلیف ہوگا اگر ہم اس پر کچھ سوچیں تو۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Minister for Finance.

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے میں اپنی محترمہ بہن کو یہ بتانا چاہوں گا کہ جتنی بھی سرکاری ملازمین کی مراعات، پنشن، جی پی فنڈز اور اس قسم کی انہیں سہولیات دی جاتی ہیں اس میں ہم وفاقی حکومت کی پالیسی کو follow کرتے ہیں اور کوشش یہ کی جاتی ہے کہ باقی چاروں صوبوں میں جو مروجہ طریقہ چل رہا ہے اسی کے مطابق اس کو at power رکھا جائے۔ اس وقت تک باقی چاروں صوبوں میں بھی یہی پالیسی اپنائی جا رہی ہے جس طرح پنجاب میں ہے۔ اس وجہ سے حکومت کے مالی وسائل کی کمی کو سامنے رکھتے ہوئے اس وقت گورنمنٹ کے لئے ممکن نہیں ہوگا کہ بیواؤں کی پنشن میں 50 فیصد سے 100 فیصد اضافہ کر سکے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ ایک بہت ہی اچھی قرارداد تھی جو محترمہ فائزہ احمد صاحبہ نے یہاں پیش کی ہے۔ یہ دیکھیں کہ جب کوئی شخص پنشن لیتا ہے تو وہ پنشن گورنمنٹ نہیں دیتی بلکہ اس نے اپنی ملازمت کے دوران تنخواہ میں سے کچھ حصہ جو کٹوتی کروائی ہوتی ہے اسی میں گورنمنٹ کچھ share کر کے اس پنشنر کو دیتی ہے اور جب تک وہ زندہ رہتا ہے وہ پنشن وصول کرتا رہتا ہے۔

جناب سپیکر! جب وہ پنشنر فوت ہو جاتا ہے تو اس کے بعد ہماری سوسائٹی کا جو حال ہے اسے آپ بھی جانتے ہیں اور اس ہاؤس میں بیٹھا ہوا ہر شخص جانتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں گورنمنٹ نے یا فنانس ڈیپارٹمنٹ نے اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہیں کرنا بلکہ اس کی پنشن جو pending پڑی ہے جسے اس نے اپنی زندگی میں وصول کرنی تھی وہی اس کی بیوہ کو منتقل ہونی تھی تو یہ بہت اچھی قرارداد ہے اور ماشاء اللہ دریشک صاحب نے جو دلیل دی ہے کہ چاروں صوبوں میں یہی پالیسی ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی کوئی ایسی وزنی دلیل نہیں ہے۔ اس پر غور کرنا چاہئے اگر ہمارے صوبے کے اس ہاؤس سے کوئی اچھی تجویز جاتی ہے تو اس کو دوسرے صوبے بھی یقیناً follow کریں گے۔ یہ بہت اچھی تجویز ہے جو محترمہ فائزہ احمد صاحبہ نے دی ہے تو میں آپ سے درخواست کروں گا اور آپ کی وساطت سے میں اس ہاؤس سے بھی درخواست کروں گا، فنانس منسٹر صاحب ماشاء اللہ ہمارے بہت اچھے بھائی ہیں اور ہمیشہ positive باتوں کو مانتے بھی ہیں اور اس کا ہمیں بڑا positive response دیتے ہیں۔ میں ان سے درخواست کروں گا کہ اس میں ان کے فنانس ڈیپارٹمنٹ نے کوئی اضافہ نہیں کرنا۔ یہ اس کی اپنی پنشن ہے جو اس کی بیوہ نے وصول

کرنی ہے تو آپ اس قرارداد کو جانے دیں، یہ قرارداد ہے شاید اس کا اچھا impact ہو اور دوسرے صوبے یا مرکز بھی اس پر سوچنے پر مجبور ہوں .Thank you very much

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ خالدہ منصور!

محترمہ خالدہ منصور: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں فائزہ احمد کی اس قرارداد کی حمایت اس حوالے سے کروں گی کہ پاکستان ایک اسلامی فلاحی ریاست ہے اور کسی بھی حکومت کے یہ فرائض میں شامل ہوتا ہے کہ جب ایک خاتون بیوہ ہوتی ہے تو اس کے اور بچوں کے تمام اخراجات پورے کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے اور وہ بیوہ جس کا خاوند فوت ہوا ہے وہ گورنمنٹ ملازمت میں ہو تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ حکومت کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ بیوہ کو اس کے خاوند کے تمام تر واجبات اور دوسری سہولیات دینی چاہئیں۔ ہمارے معاشرے میں بہت سی برائیاں ایسی بھی ہیں کہ جو اس وجہ سے ہو جاتی ہیں کہ جب خاوند سر پر نہیں ہوتا اور ماں بچوں کے اخراجات پورے نہیں کر سکتی تو بچے غلط راستوں پر چلے جاتے ہیں۔ اگر ہمیں اپنے معاشرے سے یہ برائیاں ختم کرنی ہیں تو پھر میں سمجھتی ہوں کہ جیسے ہم نے بیت المال اور اس طرح کے دوسرے فنڈز شروع کئے ہوئے ہیں اگر ہم ان لوگوں کو جو کہ حکومت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے یا ریٹائرڈ ہو جاتے ہیں اور ان کے بچے اور بیوہ باقی رہ جاتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہماری یہ حکومت جو عورتوں کو بہت زیادہ oblige کر رہی ہے اور اتنی زیادہ سیٹیں 33 فیصد نمائندگی خواتین کو دی ہوئی ہے تو کیا بیوہ خواتین کا یہ حق نہیں ہے---

(اذان ظہر)

جناب سپیکر! میں بات وہی سے شروع کروں گی کہ ہم سب خواتین جو یہاں اس ہاؤس میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ ہم خواتین کو بجٹ میں تو کوئی سہولت نہیں دی گئی لیکن یہ قرارداد جو بیوہ خواتین کے لئے آئی ہے تو ہمیں چاہئے کہ ہم اسے سپورٹ کریں۔

جناب والا! اگر ہم دیکھیں تو جو راشن سکیم چودھری پرویز الٰہی صاحب نے شروع کی ہے۔ ایک ارب روپیہ راشن کارڈ بنانے پر خرچ کیا گیا اور 2۔ارب روپیہ لفافوں پر تصویر کی چھپوائی پر خرچ ہوئے۔ کیا ہم اس طرح کی فضولیات اور اپنی publicity پر خرچ کرتے ہیں، ان کو ختم کریں اور بیوہ خواتین کی امداد کریں تو میں سمجھتی ہوں کہ اس سے حکومت کی نیک نامی ہو گی۔ میں وزیر صاحب سے درخواست کروں گی کہ اگر ہم آج یہ قرارداد پاس کر دیں تو دوسرے صوبے بھی ہو

سکتا ہے کہ آپ کو دیکھ کر وہ بھی ان خواتین کی مدد کر سکیں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! یہاں پر ایک ابہام ہے جیسا کہ ارشد بگو صاحب نے فرمایا ہے کہ پنشن کا بوجھ حکومت پنجاب پر نہیں پڑے گا کیونکہ وہ ملازمین کی تنخواہوں سے کٹوتی ہوتی ہے۔ اس طرح نہیں ہے بلکہ پنشن سرکار اپنے پلے سے دیتی ہے۔ اس میں سرکاری ملازمین کی تنخواہوں سے کوئی کٹوتی نہیں کی جاتی اور کوئی contribution نہیں ہوتا۔ اسی اجلاس میں ہماری کوشش ہے کہ ہم اپنا ایک پنشن فنڈ کا بل لے کر آئیں کیونکہ پنشنز کا بوجھ حکومت پنجاب پر بہت زیادہ پڑتا جا رہا ہے اور احتمال یہ ہے کہ آئندہ آنے والے آٹھ دس سالوں میں اتنا زیادہ ہو جائے گا کہ شاید ہم ڈویلپمنٹ کے لئے ایک پائی بھی خرچ نہ کر سکیں۔ جہاں تک بیواؤں سے متعلق بات ہے تو پنشنز کے علاوہ اگر وہ کسی سرکاری رہائش گاہ میں رہ رہی ہوں تو ان کو وہاں پر پانچ سال رہنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اگر سرکاری ملازم کی سروس کے دوران وفات ہو جائے تو اس کے ایک بچے کو گریڈ 1 سے گریڈ 5 تک ملازمت بھی دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ماہانہ تعلیمی وظائف دیئے جاتے ہیں۔ ان کو جی پی فنڈ بھی دیا جاتا ہے، انشورنس بھی دی جاتی ہے اور مختلف ایسی کئی اور مدات پنشن کے علاوہ ہیں جس سے اس خاندان کی مشکلات اور دقت کم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

میں جناب سے استدعا کروں گا کہ مہربانی کر کے اس پر question put کر دیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت پنشنر کی وفات کے بعد اس کی بیوہ کی فیملی پنشن 50 فیصد کی بجائے 100 فیصد ادا کرے۔"

(قرارداد نامنظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلی قرارداد ملک نذر فرید کھوکھر صاحب کی ہے۔ انھوں نے request کی تھی کہ ان کی قرارداد کو pending کیا جائے۔ اگلی زیر التواء قرارداد ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کی ہے۔ جی، ڈاکٹر صاحب!

زرعی بنک چھوٹے کسانوں کے سابق قرضوں
پر سود معاف کر کے آئندہ بلا سود قرضوں کا دینا

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! شکریہ

اس ایوان کی رائے ہے کہ زرعی بنک ساڑھے بارہ ایکڑ اور اس سے کم زمین کے مالک کسانوں کے قرضوں پر سابق سود معاف کر کے ان کی زمینوں کو نیلام ہونے سے بچائے اور نیز آئندہ ان کو بلا سود قرضے دیئے جائیں۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ زرعی بنک ساڑھے بارہ ایکڑ اور اس سے کم زمین کے مالک کسانوں کے قرضوں پر سابق سود معاف کر کے ان کی زمینوں کو نیلام ہونے سے بچائے اور نیز آئندہ ان کو بلا سود قرضے دیئے جائیں۔"

MINISTER FOR FINANCE: I oppose it.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! پچھلے اجلاس میں یہ قرارداد پیش ہوئی تھی اور سپیکر صاحب نے اسی خدشے کے پیش نظر کہ یہ اس کی مخالفت کریں گے، اس کو pending کر دیا تاکہ یہ اسے مزید زیر غور لے آئیں۔

جناب والا! صوبہ پنجاب کسانوں کا صوبہ ہے اور اس ملک کی آمدنی کا 70 فیصد انحصار زراعت پر ہے۔ اس حوالے سے یہ قرارداد خالصتاً چھوٹے زمینداروں کے لئے میں نے اس ایوان میں پیش کی تھی۔ اس میں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اگر یہ سود معاف بھی ہوتا ہے تو اس سے پنجاب حکومت کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ ایک قرارداد ہے زرعی ترقیاتی بنک کے حوالے سے ہے جو فیڈرل گورنمنٹ کا ایک ادارہ ہے۔ اس حوالے سے میں یہ بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ سود کا نفاذ ہر شعبے کے اندر غیر اسلامی اور غیر آئینی بھی ہے۔ میں یہاں قرآن کی آیات اور احادیث پیش کر سکتا ہوں لیکن اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہر مسلمان اس کو سمجھتا ہے کہ سود غیر شرعی چیز ہے اس کو ختم ہونا چاہئے۔ میں دوسری بات یہ عرض کروں گا کہ اربوں روپے کے قرضے مختلف حکومتیں معاف کرتی رہی ہیں۔ ڈاکٹر عشرت حسین صاحب جو سٹیٹ بنک کے سابق گورنر ہیں ان کی سٹیٹمنٹ میں سے میں نے نوٹ کیا ہے، انہوں نے سٹیٹمنٹ دی کہ

1999 سے 2003 کے درمیان پاکستان میں 23.5- ارب روپے کے قرضے معاف کئے گئے اور انہوں نے اسی نشست میں کہا ہے کہ آئندہ بھی 2003 سے 2006 کے درمیان اندازہ ہے کہ مزید 25 سے 30- ارب روپے کے قرضے معاف کئے جائیں گے۔یہ سارے کے سارے قرضے industrial loans ہیں جو بڑے بڑے مگر مچھوں نے بنکوں سے لئے ہوئے ہیں، وہ اس کو واپس نہیں کرتے اور ان کو waive off کر دیا جاتا ہے۔

دوسری طرف کیفیت یہ ہے کہ ہمارا چھوٹا کاشتکار جو ساڑھے بارہ ایکڑ یا اس سے کم زرعی رقبہ رکھتا ہے وہ اپنی روزی کے لئے تھوڑا تھوڑا قرضہ زرعی ترقیاتی بنک سے وصول کر لیتا ہے۔اب صورتحال یہ ہے کہ زرعی inputs کی قیمتیں آپ دیکھ لیں وہ کہاں پر جارہی ہیں اور اس کے بعد مزید ظلم یہ ہے کہ کاشتکار کو اپنی produce کی قیمت کے تعین کا حق بھی حاصل نہیں ہے اس کو بھی حکومت متعین کرتی ہے۔اس پر کوئی دلیل کی ضرورت نہیں ہے بہر حال ہمارا چھوٹا کاشتکار انتہائی مشکل حالت میں ہے۔اس حوالے سے اگر سابق سود جو غیر شرعی بھی ہے، غیر اسلامی بھی ہے، غیر آئینی بھی ہے اس کو معاف کر دیا جائے تو تھوڑا سا ریلیف کسانوں کو مل جائے گا اور ساتھ آئندہ بھی جو انہیں غیر سودی قرضے دیئے جائیں گے اس حوالے سے ان کے اندر بہتری آ جائے گا اور بہتر انداز میں وہ اپنی محنت پاکستان کی معیشت کی بحالی کے حوالے سے کر سکیں گے اور اس عذاب سے بھی وہ باہر آ جائیں گے۔ بڑے بڑے مگر مچھ جو وفاقی وزیر اور بڑے بڑے عہدوں پر بیٹھے ہیں، اب چھوٹا کسان جس کا چار پانچ دس ہزار روپے قرضہ ہوتا ہے وہ نہیں دے سکتا تو ریونیو ڈیپارٹمنٹ آ جاتا ہے اور اس کو پکڑ کر جیپ میں جانوروں کی طرح ڈالتا ہے اور اسے lock up میں ڈال دیتا ہے اور پھر بڑی مشکل کے ساتھ کسی نہ کسی ذریعے سے اس بیچارے کی رہائی وہاں سے ممکن ہو پاتی ہے۔آئے دن اخبارات میں بہت سارے اشتہارات آتے رہتے ہیں، چھوٹے چھوٹے جو ایک ایک، دو دو، چار پانچ ایکڑ کے مالک ہیں، تھوڑے سے سود کی عدم ادائیگی کی وجہ سے اخبارات میں ان کی زمینوں کی نیلامی کے لئے اشتہارات آئے ہوتے ہیں یہ انتہائی ظلم ہے اس لئے میں گزارش کروں گا کہ precedent بھی موجود ہے۔الحمد للہ صوبہ سرحد میں جب سے مجلس عمل کی حکومت 2002 میں آئی ہے سب سے پہلا decision وہاں کی صوبائی کابینہ نے یہ کیا کہ ان کے اپنے purview کے اندر جتنے بھی انہوں نے کوآپریٹو، خیبر بنک یا دوسرے بنکوں سے کسانوں کو قرضے دیئے تھے انہوں نے یک جنبش قلم اس میں ان کی معافی کا اعلان کر دیا، بھلے ہی ان کو کروڑوں روپے کا اس

میں نقصان ہوا لیکن انہوں نے یہ precedent بنا دیا۔یہاں پر بہت ساری باتیں ہوتی ہیں کہ اگر ہم کوئی فیصلہ کر لیں گے تو دوسرے صوبوں میں بھی عملدرآمد کرنا ہوگا بڑی مشکل آ جائے گی لیکن یہاں تو اس صوبے نے اسے implement کیا ہے اس لئے اگر اس کو follow کر لیں گے تو یہ کسانوں کے انتہائی مفاد میں ہوگا۔اگر ابھی اس کو ووٹنگ کے لئے پیش کریں گے اور (ق) لیگ کے دوست یہاں بیٹھے ہیں یہ زور سے no کی آواز لگائیں گے میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ یہ کیسا message پنجاب کے عوام اور کاشتکاروں کو اس حوالے سے دیں گے۔اس لئے میں وزیر خزانہ صاحب سے، یہاں پر بیٹھے ہوئے وزراء سے اور مرد و خواتین ممبران سے بھی انتہائی مؤدبانہ گزارش کروں گا کہ جبکہ اس قرارداد کے نتیجے میں پنجاب حکومت کا ایک پائی کا نقصان بھی نہیں ہونا ہے اور یہ قرارداد جانی ہے اور جس طرح ایک قرارداد یہاں اس ہاؤس نے متفقہ طور پر پاس کی تھی وہ قرارداد میں نے پیش کی تھی کہ زرعی مقاصد کے لئے لگائے گئے ٹیوب ویلوں پر کسانوں کو 7 فیصد چھوٹ دی جائے، یہ تو اسے reject کروا رہے تھے لیکن آپ نے مہربانی کی اور ایک کمیٹی بنا دی۔ میں وزیر خوراک، وزیر زراعت، مجاہد علی شاہ صاحب جو اس وقت لوٹے نہیں بنے تھے، ہم باہر بیٹھ گئے تھے اور اس پر discussion کی اور 50 فیصد پر ہم نے فیصلہ لیا کہ پچاس فیصد تک ان کو زرعی ٹیوب ویلوں کے بلوں پر چھوٹ دی جائے گی، یہ ہاؤس میں put ہوئی اور متفقہ طور پر پاس ہوئی اب ایک سال ہو گیا ہے لیکن اس پر بھی ابھی کوئی عملدرآمد کی صورت نظر نہیں آ رہی اس لئے اگر یہ قرارداد ایوان کی طرف سے متفقہ چلی جائے گی تو یہ پنجاب کے کاشتکاروں کو ایک اچھا پیغام جائے گا اور وہ اس بارے میں سوچیں گے کہ پنجاب اسمبلی کا یہ جو ایوان ہے جہاں پر ہم نے ووٹ دے کر ممبران کو بھیجا ہے وہ ہمارے بارے میں سوچتے ہیں، ہمارے بارے میں فکر کرتے ہیں اور ہمارے لئے مثبت اقدامات کرتے ہیں اس لئے میں آپ کی وساطت سے (ق) لیگ کے دوستوں سے یہ گزارش کروں گا کہ جبکہ آپ کا اس میں کوئی نقصان بھی نہیں ہے اس کو براہ مہربانی پاس ہونے دیں یہ آپ کی بہتری کے لئے ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر فنانس!

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! 27۔جون 2006 کو یہ قرارداد آنے کے بعد ہم نے وفاقی حکومت فنانس ڈویژن اور زرعی ترقیاتی بنک کو یہ قرارداد بھیجی کہ اس کے متعلق وہ اپنا response دیں۔پہلی بات تو میں یہاں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جتنے بھی مالیاتی ادارے ہیں including

پنجاب بنک، پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک یہ تمام براہ راست سٹیٹ بنک آف پاکستان کے ریگولیشنز کے مطابق کام کرتے ہیں۔اس کے اندر حکومت پنجاب کے محکمہ خزانہ کاdirectlyکسی قسم کا کوئی کردار نہ ہے۔جہاں تک ذمہ داروں کی امداد یا ذمہ داروں کی ہمدردی کا تعلق ہے تو جناب اس بات کے بخوبی گواہ ہیں کہ ساڑھے بارہ ایکڑ تک ہمارے تمام کاشتکار جن کی تعداد صوبہ بھر میں 98 فیصد بنتی ہے ان کا زرعی ٹیکس پنجاب گورنمنٹ نے معاف کیا ہے یہ اس چیز کو ظاہر کرتا ہے کہ گورنمنٹ ایگریکلچر کوpromoteبھی کرنا چاہتی ہے لیکنat the same timeاگر کوئی wishful thinkingہے یا جس کاground realityسے یا حقیقت سے قطعی کوئی تعلق ہی نہیں ہے تو اس قسم کی قرارداد کو ہمsupportنہیں کرتے۔میں جناب سے گزارش کروں گا کہ اس کا question putکریں تاکہ ایوان اس پر فیصلہ کرسکے۔

محترمہ طاہرہ منیر: جناب سپیکر! جو قرارداد ڈاکٹر وسیم اختر صاحب کی طرف سے پیش کی گئی ہے یہ چھوٹے زمینداروں کی بھلائی اور غریب کسانوں کی بہتری کے لئے ہے اور 70 فیصد عوام کا تعلق کاشتکاری سے ہے۔دوسری اہم بات یہ ہے کہ سود حرام ہے اور غیر شرعی کام ہے اور پاکستان میں اس کو ویسے ہی ختم کیا جانا چاہئے۔جیسا کہ صوبہ سرحد میں اس کو ختم کیا گیا ہے تو یہ بھی اس سلسلے کی ایک کڑی بن سکتی ہے۔یہاں رواج بھی رہا ہے کہ جو بڑے بڑے صنعتکار ہیں ان کے تو اربوں روپوں کے قرضے معاف کر دیئے جاتے ہیں لیکن غریب کاشتکاروں کو اگر یہ سہولت دے دی جائے تو ان کو پنجاب اسمبلی سے ایک بہت اچھا پیغام جا سکتا ہے کہ پنجاب اسمبلی میں ہمارے حقیقی نمائندے ہیں اور وہ وہاں پر ہمارے لئے بات کر رہے ہیں اور ہمارے لئے سوچ رہے ہیں تو اس لئے اس قرارداد کو منظور کیا جانا چاہئے۔شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں محترم وزیر خزانہ سے یہ گزارش کروں گا کہ اگر ان کی اتنی ہی کوئی زیادہ مجبوری ہے کہ انہوں نے اس قرارداد کوopposeکرنا ہے تو وہ مہربانی کریں اور اس کوpendingکروالیں کیونکہ سب روزے سے ہیں اور ماہ رمضان ہے۔اس میں جو ہاں کا ووٹ ہے وہ براہ راست سود کے حق میں جائے گا اور یہ سود کی وہ شکل ہے جس کو واقعتاً ہی اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ اللہ سے جنگ کرنے والی بات ہے کہ ایک آدمی جو اپنے قرض کی ادائیگی نہ کر سکنے

کی وجہ سے اس کا گھر نیلام ہو رہا ہو اور اس کا گھر نیلام کر دیا جائے لیکن اس کو سود معاف نہ کیا جائے تو دراصل سود کی یہی وہ شکل ہے جو اس وقت مدینہ اور مکہ میں رائج تھی اور اس بنیاد پر اللہ کے نبی ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ یہ میرے سے جنگ کرنے کے مترادف ہے۔اس قرارداد کے ان الفاظ پر محترم وزیر خزانہ غور فرمالیں کہ یہاں پر قرضہ معافی کی کوئی بات نہیں ہے یہاں پر یہ نہیں کہا گیا کہ ایک غریب کسان جس کی بارہ ایکڑ سے کم زمین ہے اس کا قرض معاف کر دیا جائے۔یہاں پر یہ کہا گیا ہے کہ کسانوں کے قرضوں پر سابق سود معاف کر کے ان کی زمینوں کو نیلام ہونے سے بچایا جائے۔یعنی یہ صرف سود کی معافی کی request ہے اور وزیر خزانہ کے علم میں یہ بات ہو گی کہ پچھلے مالی سال کی یہ سٹیٹ بنک کی رپورٹ ہے کہ موجودہ حکومت نے 27۔ارب روپے کے قرضے معاف کئے ہیں۔یہ ریکارڈ کی بات ہے۔میرے خیال میں یہ ایک ارب روپے کی بھی رقم نہیں بنتی ہو گی۔اول تو آپ اس کو oppose نہ کریں اور اگر آپ کی کوئی مجبوری ہے تو پھر کم از کم اس کو pending کروالیں۔اس پاک مہینے میں سود کے حق میں نہ تو ہم سے ناں کہلوائیں اور نہ خود ہاں کریں اور ناں ہی آپ سے یہ question put کروائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیونکہ نماز ظہر کا وقت ہو چکا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ نماز کے لئے وقفہ کرنا چاہئے اس لئے جتنی قراردادیں باقی بچی ہوئی ہیں ان کو pending کیا جاتا ہے اور نماز ظہر کا وقفہ کیا جاتا ہے۔

آوازیں: اجلاس adjourn کا اعلان تو کریں جناب!

جناب ڈپٹی سپیکر: اجلاس کل مورخہ 4۔اکتوبر 2006 صبح 10.00 بجے تک adjourn کیا جاتا ہے۔